جہد نے حضرت شاہ صاحب کو اس فن کے بام عروج تک پہنچا دیا، بلکہ کئی وجوہ سے حضرت شاہ صاحبؒ اپنے اساتذہ سے بھی گویا سبقت لے گئے، چنانچہ ان کے اساتذہ میں سے کوئی نسخ کا ماہر تھا تو کوئی دیوانی کا، کوئی نستعلیق کا امام تھا تو کوئی رقاع کا، کوئی ثلث میں بے مثال تھا تو کوئی خط کوفی میں، مگر حضرت نفیس شاہ صاحب قدس سرہ بیک وقت تمام مروجہ خطوں کے ماہر اور استاد تھے، بلکہ اگر یہ کہا جائے تو شاید مبالغہ نہ ہوگا کہ حضرت شاہ صاحبؒ نے مروجہ تمام خطوں میں ایسی مجتہدانہ تبدیلیاں کیں کہ ماہرین فن حضرت شاہ صاحبؒ کہ ماہرین حضرت شاہ صاحبؒ کو اس فن کا امام کہنے لگے۔ چنانچہ حضرت شاہ صاحب نے بہت ہی تھوڑے عرصہ میں اپنی اعلیٰ صلاحیتوں کا لوہا منوالیا اور اساتذہ علم وفن آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے لگے۔

آپ نے اپنے دینی، مذہبی اور ملی ذوق کے تحت ہمیشہ دینی اور علمی شخصیات اور اہل حق کا کام کیا، آپ نے کبھی کوئی ایسی کتابت یا ٹائٹل نہیں لکھا، جس کا حق اور اہل حق کے ساتھ میل نہ بیٹھتا ہو، آپ نے اپنی کتاب کی ابتدا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر لکھی گئی مشہور زمانہ کتاب ”رحمۃ اللعالمین“ ...... قاضی سلمان منصور پوریؒ...... سے کی۔

ابتدائی طور پر آپ کی نشست گمپٹ روڈ کے ایک پرانے مکان کی دوسری منزل میں رہی، اسی دوران آپ کی شہرت ہوئی اور آپ کی طرف متلاشیان ہنر وفن کا رجوع ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے آپ کا حلقہ وسیع سے وسیع تر ہوگیا اور آپ کا شمار اس دور کے چوٹی کے خطاط عبدالمجید زرین رقم اور یوسف سدیدی کی صف میں ہونے لگا، کچھ عرصہ آپ کی بیٹھک حضرت میاں میر کی درگاہ کے قریب بھی رہی لیکن آخر میں مولانا حامد میاں کی خواہش پر آپ جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور منتقل ہوگئے، لیکن جب اسی مدرسہ کے سامنے آپ نے اپنی رہائش اختیار کی تو آپ کی نشست بھی اپنے گھر میں منتقل ہوگئی۔ چنانچہ ۱۹۷۰ء سے تادم صحت حضرت گھر پر ہی اپنے قلم اور فن کی جولانیاں دکھاتے اور علم وہنر کی خوشبو بکھیرتے رہے۔ اس دوران آپ سے ہزارہا تلامذہ اور شاگردوں نے کسب فیض کیا اور کئی ایک نے اس میدان میں نام کمایا، آپ کے تلامذہ میں سب سے زیادہ جس پر آپ کے علم وہنر اور فن کی چھاپ تھی اور جس کی خطاطی پر حضرت شاہ صاحب کی خطاطی کا گمان ہوتا تھا، وہ آپ کے اکلوتے اور ہونہار فرزند حافظ مولوی سید انیس الحسینیؒ تھے، جن کا حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کی زندگی میں ۱۸/اکتوبر ۲۰۰۱ء مطابق ۲۰/رجب ۱۴۲۲ھ کو جوانی میں انتقال ہوگیا اور حضرت شاہ صاحب کو اپنے اس جواں سال، ہونہار، فاضل اور لائق وفائق صاحبزادے کی وفات کا بہت بڑا صدمہ ہوا۔

حضرت شاہ صاحب قدس سرہ تقریباً نصف صدی تک اپنے ہنر وفن کی جولانیاں دکھاتے رہے۔ آپ نے اردو، عربی اور فارسی میں جو فن پارے چھوڑے ہیں ان کو یکجا کیا جائے تو ایک بے مثال مرقع تیار ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت شاہ صاحب کے متعلقین کو جزائے خیر دے کہ انھوں نے اس عنوان پر کام شروع کردیا ہے، چنانچہ انہوں نے خط ثلث میں لکھے گئے آپ کے اسمائے حسنیٰ، اسی طرح ایوان اقبال لاہور کے لئے لکھے گئے ۱۴۱ کتبے...... جو شاعر مشرق کے منتخب اشعار پر مشتمل ہیں...... اور نستعلیق نامہ کو نہایت خوبصورت انداز سے شائع کرکے بہت ہی عمدہ کارنامہ انجام دیا ہے۔

جب کہ آپ کے دوسرے منتشر فن پاروں کو یکجا کرکے شائع کرنا اور آپ کے علم کو آنے والی نسلوں تک پہنچانا آپؒ کے متعلقین ومنتسبین کے ذمہ قرض ہے۔ امید ہے وہ اس طرف توجہ فرمائیں گے، یوں تو حضرت شاہ صاحب کے شاہکار بے شمار ہیں، البتہ ان میں سے چندایک درج ذیل ہیں۔

۱۔ خط نسخ میں قرآن کریم کے متعدد اجزا، ۲۔ دیوان غالب مکمل، ۳۔ کلام بابا بلھے شاہ، ۴۔ کلیات میر، ۵۔ سیرت سید احمد شہید جلد دوم، ۶۔ قادیانیت از مولانا علی میاںؒ، ۷۔ اسماء حسنیٰ مکمل، ۸۔ نفائس اقبال، ۹۔ کتاب خطاطی برائے جماعت نہم ودہم، ۱۰۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ وغیرہ۔

اس کے علاوہ آپ کی پتھروں پر خطاطی کیلئے مسجد صلاح الدین لاہور، مسجد علی چوک موہنی روڈ لاہور، مسجد فیض الاسلام گمپٹ روڈ لاہور، مسجد چوہدری ہسپتال شیش محل روڈ لاہور وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

جب کہ آپ نے بے شمار کتب رسائل اور جرائد کے ٹائٹل بھی مرتب فرمائے۔ چنانچہ ان میں سے چندایک درج ذیل ہیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد کے مشہور اخبار، الہلال،، تفسیر معارف القرآن مفتی محمد شفیع، معارف الحدیث مولانا منظور نعمانی، سیرت النبی علامہ شبلی نعمانی، ماہنامہ البلاغ کراچی مفتی اعظم نمبر، ماہنامہ بینات حضرت بنوری نمبر، ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ لاہور قرآن نمبر، ماہنامہ حق چاریار، ندائے ملت بادبان، صحافت، رحیق، الرشید، ماہنامہ انوار مدینہ، ماہنامہ البلاغ، اختلاف امت صراط مستقیم مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، شیعہ سنی اختلافات مولانا محمد یوسف لدھیانوی، بیس بڑے مسلمان مولانا عبد الرشید ارشدؒ، معالم العرفان فی دروس القرآن مولانا صوفی عبدالحمید، حجۃ الوداع وعمرات النبی مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی بیس مردان حق مولانا عبد الرشید ارشدؒ، اشاعت اسلام مولانا حبیب الرحمٰن، مہتمم دارالعلوم دیوبند قابل ذکر ہیں۔

حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کی فن خطاطی میں نمایاں خدمات کے اعتراف میں آپ کو متعدد اعزازات وانعامات سے بھی سرفراز کیا گیا۔ چنانچہ ۱۹۸۰ء میں حکومت پاکستان کی جانب سے منعقدہ پاکستان نیشنل کونسل آف دی آرٹس کی نمائش خطاطی میں آپ کو اول انعام دیا گیا، اسی طرح قرآنی خطاطی کل پاکستان نمائش کے موقع پر بھی آپ کو اول انعام دیا گیا، اس کے علاوہ آپ کو بغداد اور ترکی میں منعقد عالمی مقابلہ خطاطی اور نمائش میں بطور منصف مدعو کیا گیا۔

حضرت شاہ صاحب قدس سرہ ہمہ جہت اور ہمہ پہلو شخصیت کے حامل تھے۔ آپ علم وادب، اردو، فارسی اور عربی زبان کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے، چنانچہ آپ کے ذاتی کتب خانہ میں ہزاروں نادر ونایاب کتب کا ذخیرہ موجود ہے۔ بلاشبہ جو نئی کتاب شائع ہوتی حضرت شاہ صاحبؒ اس کی تحصیل کی کوشش فرماتے۔ آپ کو دینی وعلمی کتب کے ساتھ کس قدر تعلق اور لگن تھی؟ اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت نے تمام اہم کتب اپنی آرام گاہ کی الماریوں میں جمع فرما رکھی تھیں اور ان کی اجازت کے بغیر کسی قریب سے قریب خادم کو بھی ان کو ادھر سے ادھر کرنے کی اجازت نہ تھی۔

حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کا ذوق تھا کہ علم وادب کے مدفون خزانوں کو منظر عام پر لایا جائے، چنانچہ حضرت شاہ صاحبؒ کے کتب خانہ میں علم وادب کے کئی نادر ونایاب اور غیر مطبوعہ کتب کے نسخے اور مخطوطے بھی تھے۔ آپ کا ذوق ومزاج تھا کہ ہمارا علم وفہم اس قابل نہیں کہ اس پر اعتماد کیا جائے، اس لیے وہ اپنے اکابر واسلاف کی قدیم ونایاب کتب کو حاصل کرکے انہیں خوبصورت انداز میں شائع کرنے کا اہتمام فرماتے۔

چنانچہ اب تک حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کی مساعی سے متعدد ایسے نایاب گوہر وجود میں آچکے ہیں، مثلاً: شجرۃ الاشراف، شعر الفراث، الطائف الاحمدیہ فی المناقب الفاطمیہ، یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مناقب، سیدنا علی سیدنا حسین رضی اللہ عنہما، قاضی اطہر مبارک پوری، امام ابوحنیفہؒ شہید اہل بیتؒ سید احمد شہید سے حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے روحانی رشتے، قاسم العلوم والخیرات، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اپنے معاصر تذکرہ نگاروں کی نظر میں، الامام زید، حیاته و عصره آراؤ و فقهه، الامام محمد ابوزہرہ، المہند علی المفند، وقائع سید احمد مکمل دو جلد، سیرۃ النبی، المعروف: سیرۃ ابن اسحاق، تالیف محمد ابن اسحاق بن یسار، تحقیق: ڈاکٹر محمد حمید اللہ پیرس، السیرۃ النبویہ لابن اسحاق، تحقیق احمد فرید المزیدی،

تیسیر المنتقط حضرت خواجہ گیسو دراز، مکاتیب شیخ الحدیث بنام حضرت رائے پوری، الامام الحسین فی محراب الکتاب والسنۃ والتاریخ العالمی، ازعبدالواحد خیاری، بجستانی، اردو ترجمہ مسند حضرت سیدنا زید بن علی بن حسین بن علی، مولانا محمد اشرف گوجرانوالہ، شمائم گلبرگہ، شمائم گیسودراز، گل دستۂ کریم، نفائس القلوب، احوال وآثار شیخ العرب والعجم حاجی امداداللہ مہاجر مکی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

آج کل حضرت شاہ صاحب قدس سرہ ابوزہرہ مصری کی ''الامام زید......'' کا اردو ترجمہ کروا رہے تھے، چنانچہ آپ کے مسترشد وخلیفہ مجاز حضرت مولانا محمد یوسف خان استاذ حدیث جامعہ اشرفیہ نے اس کا ترجمہ مکمل فرمالیا ہے۔ اسی طرح آپ قادیانیت کے خلاف پہلے عدالتی فیصلہ ماریشس ۱۹۰۹ء کی ترتیب و تدوین اور اشاعت کے لیے فکرمند تھے، چنانچہ بحمداللہ اس پر بھی کام مکمل ہوگیا ہے۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے حضرت شاہ صاحب قدس سرہ نے جس خاندان اور گھرانے میں آنکھ کھولی، وہ علم وفضل اور سلوک واحسان کا گہوارہ تھا، آپ کے آباء و اجداد چونکہ مشہور صوفی بزرگ حضرت خواجہ گیسودراز کی اولاد میں سے تھے، اس لیے خون میں وہی اثرات تھے، چنانچہ آپ کے دادا جان مرحوم کو مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ قدس سرہ سے خصوصی لگاؤ اور محبت خاطر تھی، اس لیے انہوں نے اپنے بیٹے اور حضرت نفیس شاہ صاحبؒ کے والد ماجد سید محمد اشرف علی کا نام بھی انہیں کے نام پر اشرف علی رکھا تھا۔

حضرت سید نفیس شاہ صاحب نے بھی اپنی خاندانی شرافت ونجابت سے بھرپور اور وافر حصہ پایا تھا، اس لیے شروع سے ہی آپ کی طبیعت ومزاج میں تقویٰ وطہارت، زہد وورع کے آثار نمایاں تھے، گویا آپ پیدائشی ولی اللہ اور صوفی تھے، اس لیے تعمیر ظاہر کے بعد تعمیر باطن کے لیے آپ نے خانقاہ رائے پور کا رخ کیا اور حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کے حلقہ ارادت میں شامل ہوگئے: ''قدر زر زرگر بداند یا بداند جوہری'' کے مصداق حضرت رائے پوری قدس سرہ نے پہلی ملاقات میں ہی بھانپ لیا تھا کہ یہ نوجوان غیرمعمولی صفات وکمالات کا حامل ہے، اس لئے حضرت شاہ صاحب نے جب اپنا نام انورحسین بتلایا تو فرمایا انور نہیں، آپ ''نفیس'' ہیں۔ بس اس دن سے آپ کا لقب ''نفیس'' قرار پایا، یہ ایک خدا رسیدہ اور قطب وقت کی زبان سے نکلا ہوا بول تھا، جسے من جانب اللہ ایسی شہرت و قبولیت نصیب ہوئی کہ اب دنیا حضرت سید انورحسین شاہ الحسینی کو نہیں، حضرت سید نفیس شاہ صاحبؒ کو جانتی ہے۔

ہمارے خیال میں بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ حضرت نفیس شاہ صاحب کا نام انورحسین تھا، یہی وجہ ہے کہ جب آپ کے تعارف میں سید انورحسین شاہ صاحب کہا جائے تو مخاطب کو پوچھنا پڑتا ہے کہ کون انورحسین شاہ؟ لیکن اگر سید نفیس شاہ کہا جائے تو فوراً دل ودماغ میں حضرت شاہ صاحب کی شخصیت کا سراپا آجاتا ہے۔

ایک طرف حضرت رائے پوریؒ کی جانب سے اس نظر التفات اور محبت کا مظاہرہ ہوا تو دوسری طرف حضرت شاہ صاحب بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس بارگاہ کے اسیر ہوگئے۔

چنانچہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ نے اس عہد کو ایسا نبھایا کہ زندگی بھر جب تک حضرت رائے پوری حیات رہے، جب بھی موقع ملتا حضرت شاہ صاحب عازم رائے پور نظر آتے۔

حضرت شاہ صاحب کا اپنے شیخ سے رواجی تعلق نہ تھا، بلکہ آپ اپنے شیخ کے عاشق زار اور محبت صادق تھے، چنانچہ مہینوں آپ خانقاہ رائے پور میں قیام فرماتے تھے۔

اسی محبت وتعلق خاطر، اطاعت، فرمانبرداری اور اپنے شیخ کی تلقین فرمودہ تعلیمات پر مرمٹنے کی برکت تھی کہ بہت جلد آپ کو سلوک واحسان میں اجازت و خلافت کے اعزاز سے سرفراز فرمادیا گیا۔

حضرت شاہ صاحب کو جن لوگوں نے جوانی اور آخر عمر میں دیکھا ہو ان کو اندازہ

ہوگا کہ اب حضرت شاہ صاحب رنگ روپ چال ڈھال اور عادات واطوار میں حضرت رائے پوری کی تصویر نظر آتے تھے۔

دراصل حضرت شاہ صاحب اپنے شیخ، قدوۃ السالکین، قطب الارشاد حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ کی تصویر کا عکس، ان کے اخلاق وعادات اور اسوہ کا نمونہ اور ان کی سی جامعیت سے سرفراز تھے اور جس طرح دوسرے اکابر دیوبند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وعادات، اعمال وافعال، خصائل وشمائل سیرت وکردار، زہد واستغنیٰ، توکل وتبتل، تقویٰ وطہارت، جرأت وہمت، شجاعت و بہادری، خداخوفی وبے باکی کے آئینہ دار تھے۔ اسی طرح حضرت رائے پوری بھی اپنے اکابر واسلاف کی صفات وکمالات کا عکس وپرتو تھے اور جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کو سربلند اور کفروشرک کو سرنگوں کیا۔ حاضر وغائب کو اسلام کی دعوت دی، قلم وقرطاس کی مدد سے سلاطین و ملوک کو خطوط لکھے، ان کو ایمان واسلام کی دعوت دی، مسلمانوں کے معاشی، معاشرتی، انفرادی، اجتماعی اور خاندانی مسائل حل کئے، ان کو عدل وانصاف سے آشنا کیا، ان کے مسائل ومشکلات کا حل کیا، امور مملکت کو حسن وخوبی سے انجام دیا، بڑوں، چھوٹوں، بچوں، بوڑھوں، مردوں، عورتوں، غلاموں، شوہروں، بیویوں، مسلمانوں، کافروں، حاکموں، محکوموں، افسروں، ماتحتوں کے حقوق وفرائض کی تعلیم دی، جہاد وقتال اور دعوت تبلیغ کی حدود وقیود بتلائیں، اس کا انداز وسلیقہ سکھلایا، مبلغین ومجاہدین کی تعلیم وتربیت کا انتظام کیا، جہاد وقتال کا نظم سکھلایا، مسلم افواج کو سپاہ گری کے اصول و آداب سے آشنا کیا اور ہر ایک کے دکھ، درد اور تکلیف کو اپنا دکھ، درد اور تکلیف سمجھا، ایثار وقربانی سکھلائی اور خود اس پر عمل کرکے دکھلایا، ٹھیک اسی طرح اکابر دیوبند نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع میں اپنے اپنے وقت میں ان اوصاف وکمالات کا درس دیا اور اس کا عملی مظاہرہ فرمایا اور جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیک وقت امام، خطیب، داعی، مبلغ، مصلح، مجاہد، راعی، حکمران تھے اور اپنے ماننے والوں کی استعداد وصلاحیت کے مطابق ہر ایک سے جدا جدا معاملہ فرمایا، ان کی ضروریات کا تکفل فرمایا، ان کی مشکلات، مسائل کو حل فرمایا، ان کو بہیمیت ودرندگی کی دلدل سے نکال کر ملکوتی صفات سے سرفراز فرمایا بلکہ رشک ملائک بنایا، ان کو ایثار وقربانی کا درس دیا اور انسانیت کو غیراللہ کی عبادت واطاعت سے نکال کر ایک اللہ وحدہ لاشریک کے ساتھ وابستہ کیا، ٹھیک اسی طرح ہمارے اکابر علمائے دیوبند اوران کے متوسلین نے اس اسوہ نبوی کو اپنی زندگی کا مشن اور اوڑھنا بچھونا بنایا، اس سلسلہ میں ان پر مشکلات، مصائب، آزمائشوں اور تکالیف کے پہاڑ بھی توڑے گئے، انہیں قید وبند کی صعوبتوں سے بھی دوچار کیا گیا، مگر ان کے پائے استقامت میں ذرہ بھر لغزش نہیں آئی اور نہ ہی ان کے قدم ڈگمگائے، بلکہ ان کا ہر قدم منزل کی طرف بڑھتا رہا۔

بعینہ اسی طرح حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ اور ان کے جانشین حضرت اقدس سید نفیس الحسینی قدس سرہ اپنے اکابر کے مشن کو زندگی بھر گلے لگائے رکھا اور دنیا بھر کی کوئی قوت وطاقت اور حکومت واقتدار ان کو اپنے مشن سے نہ ہٹا سکی اور کسی قسم کی مشکلات ومصائب ان کی راہ نہ روک سکی۔

چنانچہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیک وقت تلاوت وتعلیم کتاب و حکمت اور تزکیہ وتصفیہ فرماتے تھے ٹھیک اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں حضرت شاہ صاحب بھی ان ہمہ جہت خدمات پر گویا مامور تھے، چنانچہ آپ بھی بیک وقت معلم، مزکی، مصلح، مجاہد، داعی، مبلغ اور امت مسلمہ کے دکھ درد اور مصائب و مشکلات پر کڑھتے، جلتے، تڑپتے اور پگھلتے تھے، خود تکلیفیں اٹھاتے مگر مسلمانوں کو راحت وآرام پہنچاتے تھے اور کیوں نہ ہوتا کہ یہ میراث نبوت تھی اور آپ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظ ونگران تھے۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاصد

بعثت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فيهم رسولاً من انفسهم يَتْلُوْا عليهم آيته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب و الحكمة (آل عمران)

ترجمہ: ''اللہ نے احسان کیا ایمان والوں پر جو بھیجا ان میں رسول انہی میں کا، پڑھتا ہے ان پر آیتیں اس کی اور پاک کرتا ہے ان کو یعنی شرک وغیرہ سے اور سکھلاتا ہے ان کو کتاب اور کام کی بات۔''

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض منصبی میں شامل تھا کہ آپ امت مسلمہ کو قرآن کریم، صحیح طریقہ کے مطابق پڑھنا سکھائیں اس کا معنی ومفہوم بتلائیں، اپنے ارشاد عالیہ سے اس کی تفسیر وتشریح کر کے بتلائیں اور ان کا تزکیہ کر کے ان میں اخلاق عالیہ پیدا کریں۔ ظاہر ہے کہ اللہ کے نبی میں جو جامعیت ہوتی ہے اس کا کسی شخص یا جماعت میں موجود ہونا ممکن نہیں تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ نے ان امور کو افراد امت پر تقسیم کردیا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے اور انفرادی طور پر جن امور کو انجام دیتے تھے ان میں سے ایک ایک شعبہ کو امت کی مختلف جماعتوں پر تقسیم کردیا گیا۔

چنانچہ قرآن کریم کی تلاوت، اس کا صحیح تلفظ، مخارج کی تصحیح اور اختلاف قرأت وغیرہ کو قرأ کرام کے حوالے فرمادیا، جو بحمد اللہ صدر اول سے آج تک بحسن وخوبی اس کو انجام دے رہے ہیں اور قرآنی مدارس ومکاتب اسی خدمت پر مامور ہیں۔

دوسرے نمبر پر قرآن کریم کا معنی ومفہوم، تشریح وتفسیر کا مرحلہ ارباب مدارس اور اصحاب تحقیق کے حوالے کردیا، جنہوں نے اس کے مجمل، مفصل، محکم، متشابہ، ناسخ، منسوخ، محرم، مبیح، وغیرہ سے بحث کی اور حضرات ائمہ اجتہاد نے اس سے فقہ، اصول فقہ اور مفسرین نے تفسیر واصول تفسیر کے اصول وضع کیے اور اس علم کو مدون کر کے امت کے لیے قرآن اور علوم قرآن سے اخذ واستفادہ کو آسان بنادیا۔ دینی مدارس اور جامعات سے متعلق حضرات کو اس خدمت کا اعزاز بخشا۔

تیسرے نمبر پر آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ اور ان کی چھان پھٹک، مرفوع، موقوف، صحیح، ضعیف، رواۃ حدیث رجال کے معاملے کو محدثین کے حوالے کردیا اور ان خوش بختوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شعبہ کی تعلیم وتلقین اور وضاحت وتشریح، کتب حدیث کی ترتیب اور احادیث کے رواۃ کی چھان پھٹک کے عظیم کام کو حضرات محدثین اور ائمہ رجال کے حوالے کیا، چنانچہ حضرات محدثین کو اس خدمت پر مامور فرمادیا گیا۔

چوتھے نمبر پر انسانیت کی سیرت وکردار کی اصلاح وتعمیر اور تزکیہ وتنقیہ کا مرحلہ تھا کہ انسانیت کو بہیمیت وحیوانیت کے جذبات سے پاک وصاف کر کے ان میں ملکوتی صفات پیدا کی جائیں اور انسانیت کو رشک وملائک بنایا جائے، اسی کو تزکیہ نفس کہا جاتا ہے اور اسی کو حدیث شریف میں احسان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ومعیت میں اس کے لئے کسی مستقل نظام کی ضرورت نہیں تھی کیوں کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے یہ سب کچھ آپ سے آپ ہو رہا تھا اور ارشاد الٰہی **لقد كان لكم فى رسول الله اسوة حسنة** "تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وکردار میں نمونہ ہے، میں آپ کی حیات آپ کا اسوہ حسنہ براہ راست اس کی رہنمائی کر رہا تھا تو اس کے لئے کسی مستقل نظام اور شعبہ کی ضرورت نہ تھی، لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے اور اس شعبہ کی خدمت کسی کے سپرد کرنا تھی تو اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ نے ایک جماعت کو اس خدمت پر مامور فرمادیا، چنانچہ ارباب سلوک واحسان کو اس خدمت پر مامور فرمادیا گیا۔

اس میں سے ہر ایک شعبہ اپنی جگہ اہم اور ہر شعبہ سے متعلق افراد لائق قدر ہیں لیکن بہر حال میں جس طرح ہر میدان میں کچھ کام اور کام کرنے والے اہم اور کچھ اہم ترین ہوتے ہیں اسی طرح ان شعبوں میں بھی کچھ اہم ہیں تو کچھ اہم ترین، کچھ اسباب ہیں تو کچھ نتائج وثمرات، کچھ جسم کی حیثیت رکھتے ہیں تو کچھ روح کی۔

ان میں سے کس کا کیا مقام اور حیثیت ہے؟ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ سے سنئے، حضرت فرماتے ہیں:

''انبیا علیہم السلام جن چیزوں کی اہمیت اور خصوصیت سے دعوت دیتے ہیں وہ بنیادی طور پر تین ہی چیزیں ہیں:

ایک مبدأ و معاد وغیرہ سے متعلق عقائد کی تصحیح، اس شعبہ کو علماء عقائد واصول نے سنبھال لیا ہے، اللہ تعالیٰ ان کی مساعی کو مشکور فرمائے اور جزائے خیر دے۔

دوسرے عبادات و معاملات اور معاشرت وغیرہ انسانی اعمال کی صحیح صورتوں کی تعلیم اور حلال وحرام کا بیان، اس شعبہ کی کفالت فقہائے امت نے اپنے ذمہ لی ہے اور اس میں انہوں نے امت کی پوری رہنمائی اور رہبری کی ہے۔ تیسرے اخلاص واحسان..... یعنی ہر عمل خالص لوجہ اللہ اور اس دھیان کے ساتھ کرنا کہ میرا مالک مجھے اور میرے عمل کو دیکھ رہا ہے..... اور یہ تیسری چیز دین وشریعت کے مقاصد میں سب سے زیادہ دقیق اور عمیق ہے اور پورے نظام دینی میں اس کی حیثیت وہ ہے جو جسم میں روح کی اور الفاظ کے مقابلہ میں معنیٰ کی اور اس شعبہ کی ذمہ داری صوفیائے کرام نے لے لی ہے، وہ خود راہ یاب ہیں اور دوسروں کی رہنمائی کرتے ہیں، خود سیراب ہیں اور دوسروں کو سیراب کرتے ہیں، وہ بڑے بانصیب اور انتہائی سعادت مند ہیں۔'' (تفہیمات الٰہیہ ص: ۱۲، ۱۳)

اس کی مزید تسہیل وتشریح کرتے ہوئے حضرت مولانا محمد منظور نعمانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے اپنے جن بندوں کو دینی فہم اور کتاب وسنت کے علم کا کوئی حصہ عطا فرمایا ہے، وہ یقیناً محسوس کریں گے کہ چند سطروں کی اس مختصر سی عبارت میں حضرت شاہؒ نے انبیاء علیہم السلام کی دعوت اور ان کے لائے ہوئے نظام دینی کا نہایت جامع خلاصہ پیش کردیا ہے اور آخر میں تصوف اور صوفیاء کرام کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے، اس سے تصوف کی حقیقت وغایت اور صوفیاء کرام کا کام ومقام پوری طرح سامنے آجاتا ہے، واقعہ یہی ہے کہ تصوف..... جیسا کہ حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا ہے..... دین وشریعت کی روح اور اس کا جوہر ہے اور صوفیائے کرام ہی اس دولت کے حامل و امین ہیں اور جس طرح جسم کبھی روح سے بے نیاز نہیں رہ سکتا، اسی طرح امت مسلمہ اپنے دینی وجود میں کبھی تصوف اور صوفیائے ربانی سے بے نیاز نہیں ہوسکتی۔

امت کو جس طرح ہر دور میں ان علماء اور فقہاء کی ضرورت ہے جو فاسد عقائد اور گمراہانہ خیالات سے امت کی حفاظت کرتے ہوئے عقائد حقہ کی تعلیم دیتے رہیں اور زندگی کے مختلف شعبوں عبادات، معاملات، معاشرت وغیرہ کے متعلق اللہ و رسول کے احکام امت کو بتاتے اور حلال و حرام کے بارے میں ان کی رہنمائی کرتے رہیں، اسی طرح امت کی یہ بھی ایک دوامی ضرورت ہے کہ اس میں ایسے اصحاب ارشاد ربانیین پیدا ہوتے رہیں جن کی فکر وتوجہ کا خاص نشانہ اور موضوع قلوب کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہ ربط وتعلق ہو، جس کو کتاب وسنت کی زبان میں اخلاص واحسان کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دین کی حفاظت کا جو تکوینی انتظام فرمایا ہے، اس میں کتاب و سنت کی عملی وکتابی حفاظت کے ساتھ امت میں ایسے علماء فقہاء اور صوفیائے ربانیین کا مسلسل وجود بھی شامل ہے اور امت کی گزشتہ ساڑھے تیرہ سو سال کی دینی تاریخ کی شکل میں وہ ہمارے سامنے موجود بھی ہے اور یہ محفوظ تاریخ بھی اس خداوندی انتظام کے سلسلہ کی ایک مستقل کڑی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ اور اس کی صفت رحمت وربوبیت نے جب ہمارے اس دور میں بھی..... جو بلاشبہ الحاد ومادیت اور خدا فراموشی کا دور ہے..... دین کو زندہ و محفوظ رکھنے کا فیصلہ فرمایا تو اس کے حامل و محافظ بھی پیدا فرمائے۔ آج کے بحر ظلمات میں علماء حق اور صوفیاء ربانیین کا وجود..... خواہ ان کی تعداد کتنی ہی کم ہو..... اللہ تعالیٰ کی حکمت ومشیت کے اسی فیصلہ کا نتیجہ ہے اور یقین ہے۔

●●

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

ایم زماں ندوی

نام ہند، کنیت ام سلمہ، قریش کے خاندان مخزوم سے تھیں، سلسلہ نسب اس طرح سے ہے: ہند بن ابی امیہ سہیل بن المغیرۃ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم، والدہ کا نام عاتکہ بنت عامر تھا جو قبیلہ بنوفراس سے تھیں، ابوامیہ نے زادالراکب کے نام سے شہرت پائی، اس لئے کہ ان کے ساتھ جو لوگ سفر کرتے وہ ان کے زادراہ کے کفیل ہوتے تھے۔ حضرت ام سلمہؓ نے ان ہی کے آغوش تربیت میں نہایت نازونعم سے پرورش پائی، صحیح روایت کے مطابق حضرت ام سلمہؓ کی پیدائش ۵۹۶ء میں ہوئی، پیدائش کے کچھ ہی دنوں بعد ان کے والد کا انتقال ہوگیا جن کے بہت سے خصائص اور صفات ام سلمہؓ کو ورثے میں ملے تھے۔ حضرت ام سلمہؓ کی پہلی شادی بعثت نبوی کے بعد اپنے چچیرے بھائی ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد سے ہوئی جو آنحضورؐ کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ حضرت ام سلمہؓ آغاز نبوت ہی میں اپنے شوہر کے ساتھ اسلام لائیں۔ ۶ نبوی میں جب ہجرت حبشہ کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے شوہر کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی اور جب حالات میں کچھ اصلاح ہوئی تو مکہ مکرمہ واپس آئیں۔ پھر جب مسلمانوں کو ہجرت مدینہ کی اجازت ملی تو اصحاب رسولؐ میں ابوسلمہؓ سب سے پہلے نکلے، حضرت ام سلمہؓ ساتھ تھیں، ان کا لڑکا مسلم بھی ساتھ تھا، لیکن حضرت ام سلمہؓ کے قبیلہ نے مزاحمت کی اس لئے ابوسلمہؓ ان کو چھوڑ کر مدینہ چلے گئے اور یہ اپنے گھر واپس آگئیں۔ ادھر سلمہ کو ابومسلم کے خاندان والے حضرت ام سلمہؓ کے پاس سے چھین لے گئے، اس لئے حضرت ام سلمہؓ کو سخت تکلیف اور ذہنی کوفت ہوئی، روایت میں آتا ہے کہ حضرت ام سلمہؓ گھبرا کر گھر سے نکل جاتیں اور مقام ابطح میں بیٹھ کر رویا کرتی تھیں۔ آخر چند دن کے بعد بنومغیرہ نے بچہ ان کے حوالے کردیا اور انہیں مدینہ منورہ جانے کی اجازت دے دی۔ قبا پہنچیں تو لوگوں کو مشکل سے یقین آیا کہ ام سلمہؓ ہیں۔ پھر اپنے شوہر سے جاملیں، یوں عورتوں میں سب سے پہلے ہجرت کا شرف انہیں کو حاصل ہوا، کچھ عرصہ تک شوہر کا ساتھ رہا، غزوہ بدر میں ابوسلمہؓ شریک ہوئے اور داد شجاعت دی پھر غزوہ احد میں شریک ہوئے، غزوہ احد میں چند زخم کھائے جس کے صدمہ سے جانبر نہ ہوسکے، جمادی الثانی میں ان کا زخم پھٹا اور اسی صدمہ سے وفات پائی۔ آنحضرتؐ کو جیسے ہی وفات کی اطلاع ہوئی تو بنفس نفیس ان کے بھائی کے گھر تشریف لے گئے۔ حضرت ام سلمہؓ نہایت مغموم اور افسردہ تھیں۔ انہیں اور اہل خانہ کو صبر کی تلقین فرمائی۔ نماز جنازہ بھی آنحضرتؐ نے خود پڑھائی، حضرت ابوسلمہؓ سے ام سلمہ کے دو بیٹے تھے، سلمہؓ اور عمرؓ اور دو لڑکیاں زینب اور رقیہؓ جب عدت کا زمانہ ختم ہوگیا تو مختلف لوگوں کی طرف سے نکاح کے پیغام آنے لگے۔ لیکن ام سلمہؓ انکار فرماتی رہیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پیغام پہنچا۔ حضرت ام سلمہؓ کے لئے اس سے بڑھ کر کیا شرف کی بات ہوسکتی تھی کہ ازواج مطہرات میں شامل ہوتیں۔ لیکن پہلے پہل اپنی عمر اہل وعیال اور غیرت مندی کی بناء پر انکار اور عذر کیا لیکن جب آنحضرتؐ کی طرف سے ہر طرح کی تسلی ملی تو فوراً راضی ہوگئیں اور ان کے لئے ایک حجرہ یعنی (کمرہ) الگ کردیا گیا حضرت ام سلمہؓ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام اور راحت کا حد درجہ خیال رکھتی تھیں۔ قدرت کی طرف سے حسن و جمال کے ساتھ کمالات معنوی سے بھی ان کو حصہ وافر ملا تھا نہایت دانا اور معاملہ فہم تھیں۔ امام الحرمین فرمایا کرتے تھے کہ صنف نازک کی پوری تاریخ اصابت رائے میں حضرت ام سلمہؓ کی مثال پیش نہیں کرسکتی۔ (دائرۃ معارف الاسلامیہ)

حضرت ام سلمہؓ غزوہ خیبر، حصار طائف میں شریک تھیں۔ آنحضرتؐ نے ان کے لئے ایک خیمہ نصیب کرادیا تھا۔ حجۃ الوداع میں حضرت ام سلمہؓ نے علالت کے باوجود آنحضرتؐ کے ساتھ حج کیا۔ آنحضرتؐ کے مرض وفات میں حضرت ام سلمہؓ نے خاص طور پر آپ کا خیال رکھا اور بڑھ چڑھ کر آپ کی خدمت کرتی رہیں۔ امہات المومنین میں سب سے زیادہ عمر ام سلمہؓ نے ہی پائی صحیح روایت کے مطابق ۶۲ ہجری میں آپ کا انتقال ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر ۸۵ سال تھی۔ حضرت ام سلمہؓ بڑی بلند سیرت اور طبعاً فیاض تھیں اس کے ساتھ ہی نہایت حیادار بھی تھیں۔ فہم مسائل میں خاص ملکہ حاصل تھا۔ مسند احمد میں ان سے ۳۷۸، احادیث روایت کی گئی ہیں۔ ازواج مطہرات میں حضرت عائشہؓ کے بعد فضل و کمال میں ان ہی کا درجہ ہے۔ روایت حدیث اور نقل احکام میں حضرت عائشہؓ کے سوا اور تمام بیویوں پر ان کو فضیلت حاصل ہے۔ صلح حدیبیہ میں جب صحابہؓ کو مکہ سے باہر حلق اور قربانی میں تامل تھا تو حضرت ام سلمہؓ ہی کی تدبیر سے یہ مشکل حل ہوئی اور یہ ان کی دانشمندی اور عقل و ذہانت کی سب سے بہتر مثال ہے۔ (سیرۃ النبی شبلی نعمانی) ہر لحاظ سے اگرچہ تمام ازواج مطہرات بلند مقام پر فائز تھیں۔ تاہم حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کا ان میں کوئی جواب نہ تھا۔ حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابن عباسؓ دریائے علم ہونے کے باوجود ان کے دریائے فیض سے مستغنی نہ تھے۔ تابعین کرام کی ایک بڑی جماعت ان کے آستانہ، علم و فضل پر حاضر ہوتی اور علمی تشنگی دور کرتی۔ علم حدیث میں اور فہم حدیث میں حضرت عائشہؓ کے سوا ان کا کوئی حریف نہ تھا۔ کل ۳۷۸ روایتیں ان سے منقول ہیں، اس بنا پر وہ محدثین صحابہؓ کے تیسرے طبقہ میں آتی ہیں۔ حضرت ام سلمہؓ مجتہد تھیں اور فتوٰی بھی دیا کرتی تھیں، ان کے فتوٰی کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ عموماً متفق علیہ ہیں اور ان کی دقیقہ رسی اور نکتہ سنجی کا کرشمہ ہیں، حضرت ام سلمہؓ نے اپنے علم و فضل اخلاق و مروت سے بہت جلد حضورؐ کے گھرانے میں ایک ممتاز مقام حاصل کرلیا اور حضورؐ کے بہت قریب ہوگئیں۔ حضورؐ اہم معاملات میں ان سے مشورہ فرماتے کیونکہ حضورؐ کو ان پر بڑا اعتماد تھا۔ ان کو یہ شرف بھی حاصل تھا کہ ان کے مکان میں بھی کبھی کبھی وحی نازل ہوئی۔ وہ حضورؐ کے مزاج کو بہت اچھی طرح سمجھتی تھیں۔ حضورؐ آپ کی رائے اور مشورے کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ حضرت ام سلمہؓ کے علمی مقام و مرتبہ اور نکتہ سنجی کا اندازہ ذیل کے واقعات سے لگایا جاسکتا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کا خیال تھا کہ رمضان المبارک میں جنابت کا غسل فوراً صبح اٹھ کر کرنا چاہئے ورنہ روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ ایک شخص نے جاکر حضرت ام سلمہؓ اور حضرت عائشہؓ سے پوچھا دونوں نے کہا خود آنحضرتؐ جنابت کی حالت میں صائم ہوتے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے سنا تو رنگ فق ہوگیا اس خیال سے رجوع کیا اور کہا میں کیا کروں فضل بن عباسؓ نے مجھ سے اس طرح بیان کیا تھا لیکن ظاہر ہے کہ حضرت ام سلمہؓ اور حضرت عائشہؓ کو زیادہ علم ہے۔ اس کے بعد حضرت ابوہریرہؓ نے اپنا فتوٰی واپس لے لیا۔ (سیرۃ الصحابیات) ایک مرتبہ چند صحابہ نے دریافت کیا کہ آنحضرتؐ کی اندرون زندگی کے متعلق کچھ ارشاد فرمائیے۔ فرمایا۔ آپ کا ظاہر و باطن یکساں تھا۔ آنحضرتؐ تشریف لائے تو آپ نے واقعہ بیان کیا فرمایا تم نے بہت اچھا کہا۔ (حضرت ام سلمہؓ صاف صاف جواب دیتی تھیں اور کوشش کرتی تھیں کہ سائل کو تشفی ہوجائے۔ حضرت ام سلمہؓ نہایت زاہدانہ زندگی بسر کرتی تھیں۔ ہر ماہ میں تین دن دوشنبہ جمعرات اور جمعہ روزہ رکھتی تھیں۔ اجر و ثواب کی متلاشی رہتی تھیں۔ ان کے پہلے شوہر کی اولاد ان کے ساتھ تھی اور وہ نہایت عمدگی سے ان کی پرورش کرتی تھیں۔ اچھے کاموں میں شریک رہتی تھیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی پابند تھیں۔ نماز کے اوقات میں بعض امراء نے تغیر و تبدل کیا یعنی مستحب اوقات چھوڑ دیئے تو حضرت ام سلمہؓ نے ان کو تنبیہ کی۔ فیاض تھیں اور دوسروں کو بھی سخاوت و فیاضی کی طرف مائل کرتی تھیں۔ فقراء اور مساکین پر بے حد رحم کھاتی تھیں۔ کبھی کسی سائل کو خالی اور محروم جانے نہیں دیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

●●

اپنے شوہر کو سمجھئے۔ آپ ان کی توجہ حاصل کر لیں گی

مشرقی عورت کے لئے اس کا گھر شوہر اور بچے اس کی زندگی کا سب سے بڑا سرمایہ قرار پائے ہیں۔ گھریلو زندگی کو خوشگوار بنانے میں عورت کا اپنے شوہر کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ یہ تحریر خواتین کیلئے ازدواجی تعلقات کی بہتری میں معاون ثابت ہو سکتی ہے۔

مشرقی اقدار اور روایات کی حامل عورت کے لئے اس کا شوہر اس کی زندگی کا سب سے اہم شخص ہوتا ہے شوہر اس عورت کی سوچ تمناؤں، آرزوؤں کا مرکز ہوتا ہے۔ یہ کہنا خلاف واقعہ نہ ہوگا کہ شوہر کی ذات اس عورت کی زندگی کی زیادہ تر سرگرمیوں انداز فکر اور طرز عمل کا محور ہوتی ہے۔

مشرقی معاشرہ میں پروان چڑھنے والی عورت کی نظر میں اپنے جیون ساتھی اپنے شوہر کی جو اہمیت اور قدر و منزلت ہے آج کے مادیت پرستانہ مغربی معاشرہ کے افراد اس کا اندازہ اور احساس کر ہی نہیں سکتے۔

مشرقی معاشرہ میں میاں بیوی کے تعلقات میں جو تقدس احترام، محبت، پیار پایا جاتا ہے، مغربی معاشروں کے پروردہ افراد پر مشتمل میاں بیوی کے جوڑے ان قابل احترام اور لطیف جذبات کے وجود سے ہی عموماً ناواقف ہوتے ہیں مشرقی عورت کے لئے اس کا گھر، اس کا شوہر اور بچے اس کی زندگی کا سب سے بڑا سرمایہ قرار پاتے ہیں۔ وہ اپنے شوہر کے ذوق کے مطابق اس کی خوشی کے لئے اپنے گھر کو سجاتی ہے شوہر کی پسند کے مطابق لذیذ کھانے بناتی ہے۔ وہ ان کپڑوں کو زیادہ ذوق وشوق سے پہنتی ہے جو اس کے شوہر کو زیادہ پسند ہو۔ اپنے شوہر کی خوشی کے لئے بجتی سنورتی ہے۔ یہاں پر یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہ صفات مشرقی عورت کا ہی خاصہ نہیں بلکہ دنیا کی ہر قوم اور ہر ثقافت سے وابستہ عورت کی سوچ اپنے شوہر کے معاملہ میں جزوی طور پر درست سمجھتا ہوں کلی طور پر نہیں شوہر کے حوالے سے مشرقی عورت کی سوچ اور تصورات میں اور مغربی عورت کی سوچ اور تصورات میں بہت زیادہ فرق اور اختلاف پایا جاتا ہے یہ تو کہا جاسکتا ہے کہ مغربی عورت بھی اپنے ساتھی کے لئے محبت کے جذبات سے سرشار ہوتی ہے لیکن مختلف واقعات نے ثابت کیا ہے کہ شوہر کے لئے محبت کے ساتھ ساتھ عزت واحترام کے جو جذبات مشرقی عورت کے دل میں اپنے شوہر کے لئے جو اعلیٰ اور گرانقدر جذبات پائے جاتے ہیں وہ اس کے شوہر کے لئے انتہائی قیمتی اثاثہ اور تسکین کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جب کہ مغربی مرد عموماً اس اثاثہ سے محروم ہیں۔ یہ بالکل دوسری بات ہے کہ ہمارے معاشرہ کے بہت سے مرد اس قیمتی اثاثہ کا مکمل طور پر احساس نہ کرتے ہوں یا احساس تو کرتے ہوں مگر کھلے عام اعتراف نہ کریں۔

ان حقائق کے باوجود عورتوں کو اکثر یہ گلہ کرتے دیکھا گیا ہے کہ ان کے تمام تر اعلیٰ جذبات اور شوہر کی بہتری خدمت گزاری کے باوجود اپنے شوہر کی بھرپور توجہ سے محروم ہیں۔ جب کہ شوہر کی توجہ کا حصول بیوی کی ترجیحات میں سرفہرست ہوتا ہے۔ شوہر کا اپنی بیوی پر توجہ نہ دینا نا صرف بیوی کے لئے بلکہ اس پورے خاندان کے لئے اہم معاملہ ہے۔ شوہر کی توجہ سے یکسر محروم یا اس میں کمی کا شکار بیوی اپنی ذات میں ایک شدید کمی یا خلا محسوس کرتی ہے اور یہ احساس دھیرے دھیرے اس کی ذہنی، جسمانی اور نفسیاتی حالت پر شدید منفی اثرات مرتب کرتا ہے جن کی وجہ سے اس کے معمول کے گھریلو فرائض خصوصاً بچوں کی بہتر نگہداشت اور تربیت کے معاملات متاثر ہوتے ہیں۔

شوہر کی توجہ اس کی جانب سے پسندیدگی کا اظہار اپنے حسن وخوبصورتی، سلیقہ و ہنرمندی کی تعریف سننا بیوی کا حق بھی ہے اور اس کی نفسیاتی وجذباتی ضرورت بھی۔

عورتیں اپنے شوہروں کی توجہ حاصل کرنے کے لئے مختلف طریقے اختیار کرتی ہیں۔ اس سلسلے میں عورت کی کوششوں کے حوالے سے ڈریسنگ روم اور ڈریسنگ ٹیبل سے لے کر کچن اور ڈائننگ روم میں اس کی کوششیں خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

اس معاملے میں بہت سی عورتیں ضرورت پڑنے پر تعویذ وظائف عملیات سے بھی مدد حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ کچھ عورتیں اپنے والدین یا دوسری شادی شدہ بہنوں سے مشورہ کرتی ہیں جب کہ کچھ اپنی سہیلیوں سے مشوروں کی طالب ہوتی ہیں اس بارے میں مائیں اور خاندان کی دوسری بڑی بوڑھی خواتین شوہر کی زیادہ سے زیادہ خدمت کا مشورہ دیتی ہیں جب کہ ہم عمر بہنیں اور سہیلیاں شوہر کا زیادہ سے زیادہ خیال رکھنے شوہر کے سامنے بحث ومباحثہ نہ کرنے اور اس کے غصہ کے وقت خود خاموش رہنے اور اس جیسے دوسرے مشورے دیتی ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں بیوی اپنے شوہر کی محبت کے حصول کے لئے بہت کچھ کرنے کے لئے تیار رہتی ہے اور کرتی ہے۔ مگر ایک اہم ترین اور آسان ترین کام پر (جس کا ذکر آگے آرہا ہے) اس کی نظر نہیں جاتی۔ نہ ہی عام طور پر اس کام کو کرنے کے لئے اسے میکے کی بڑی بوڑھیوں یا ہم عمر خواتین کی جانب سے مشورے دیے جاتے ہیں۔

شوہر کی خدمت گزاری کی اہمیت اپنی جگہ اس کے ساتھ Caring رویہ کی بھی اپنی اہمیت ہے لیکن ان تمام لوازمات کے باوجود بھی بہت سی عورتیں اپنے شوہروں سے شاکی رہتی ہیں کیا اس میں مرد کی انانیت کو کوئی دخل ہے یا اس کا سبب مردانہ تسلط کے معاشرہ کا رویہ ہے یا خود عورت کی کوئی غلطی اس کا سبب ہے۔

بہت سی عورتیں اپنی تمام تر خدمت گزاری اور شوہر کی مطیع اور فرمانبردار ہونے کے باوجود اپنے شوہر کی عدم توجہ کو قسمت کا لکھا سمجھ کر اس صورتحال پر مجبوراً مفاہمت کا رویہ اختیار کر لیتی ہیں لیکن دوسری طرف یہ جبری عورت کی شخصیت کو بری طرح متاثر کرتا ہے۔ وہ صورتحال سے مجبوراً سمجھوتہ کر رہی ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کی شخصیت میں ایک کمی خلا اور کھوکھلا پن پیدا ہو جاتا ہے اور نفسیاتی طور پر اس کی شخصیت میں دراڑ پڑ جاتی ہے، ایسی صورتحال میں عورت جذبات واحساسات سے مرکب وجود کے ساتھ جینے کے بجائے مشینی اور میکانکی طرز زندگی اختیار کر لیتی ہے۔ بہت سی عورتوں کے ذہن میں یہ بات ہوتی ہے کہ انہیں اپنے بچوں کی خاطر شوہر کے ساتھ رہنا ہے۔ وہ اپنے شوہر کو اپنا مونس وہمدم رفیق و غمگسار سمجھنے کے بجائے محض بچوں کے باپ کی حیثیت سے مجبوراً ایک درجہ دیتی ہیں۔ چونکہ ہمارا معاشرتی سیٹ اپ کچھ اس طرح کا ہے کہ تمام تر مظلومیت کے باوجود شوہر سے علاحدگی کے بعد زیادہ تر عورت کا ہی مقام متاثر ہوتا ہے یا پھر ٹوٹے ہوئے گھروں کے بچے خصوصاً لڑکیوں کی شادی بیاہ اور دیگر معاملات میں کافی مشکلات پیش آسکتی ہیں۔ اس لئے شوہر کی عدم توجہی سے جذباتی طور پر شکستہ عورت محض مستقبل کے اس خوف یا اس ضرورت کے پیش نظر اپنے شوہر کے ساتھ خود کو نتھی رکھتی ہے۔ یہ انداز فکر ایک حقیقی طور پر خوش و خرم گھرانے کے لئے قطعی غیر مناسب ہے۔ شوہر کے ساتھ زندگی بسر کرنا مجبوری نہیں خوشی اور اعزاز کا باعث ہونا چاہئے۔ اس کی مرضی پر چلنا مجبوری نہیں اپنے لئے خوشی اور اعزاز سمجھے۔ عورتیں اپنے شوہر کی توجہ حاصل کرنے کے لئے کیا کیا جتن کرتی ہیں۔ کتنے پاپڑ بیلتی ہیں لیکن ان تمام کوششوں کے ساتھ اگر وہ نہیں کرتیں تو وہ کام نہیں کرتیں جس سے ان کا مقصد بہت جلد یقینی طور پر حاصل ہو سکتا ہے۔ اس سلسلے میں اگلی سطور میں جب میں ان باتوں کا تذکرہ کیا جائے تو آپ خود اندازہ کر لیجئے گا کہ شوہر کی توجہ حاصل کرنے کے لئے دیگر مشقتوں کی نسبت ان کاموں کو انجام دینا کس قدر آسان ہے۔

اپنے شوہر کی توجہ کیسے حاصل کی جائے؟

جس طرح عورت کو اپنی تعریف کی

ضرورت ہوتی ہے اسی طرح مرد کو بھی اپنی تعریف کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر اس بارے میں مرد کی ضروریات عورت سے بہت حد تک مختلف ہیں۔ عورت عموماً اپنی ظاہری خوبصورتی یا اپنے ہاتھ سے پکائے ہوئے کھانوں کی تعریف سننا پسند کرتی ہے۔ جب کہ مرد اگر نیا شلوار قمیص یا پینٹ شرٹ یا سوٹ پہنے تو اسے اس بات کی زیادہ فکر نہیں ہوتی کہ اس کے نئے لباس کی تعریف کی جائے۔ زندگی کے بہت سے معاملات میں مرد اور عورتوں کے سوچنے کے انداز میں نمایاں فرق پایا جاتا ہے۔ گو دونوں کی ذہنی صلاحیتوں میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی۔ مثلاً ایک عورت بھی اتنی ہی اچھی کمپیوٹر پروگرامر ہوسکتی ہے جتنا کہ مرد، ایک عورت بھی اتنی ہی مہارت سے ہوائی جہاز اڑا سکتی ہے جتنا کہ مرد، عورت بھی انجینئرنگ، میڈیکل کامرس، بزنس وغیرہ کے علوم اور شعبوں میں اتنی ہی مہارت حاصل کرسکتی ہے جتنا کہ مرد۔ تاہم جذبات و احساسات کے معاملے میں عورت اور مرد کے انداز فکر و نظر میں نمایاں فرق پایا جاتا ہے۔ زندگی کے معاملات میں مرد کا رویہ عموماً غیر جذباتی اور عملی جب کہ عورت کا رویہ اکثر جذباتی اور غیر عملی پن پر مشتمل ہوتا ہے۔ جذبات و احساسات کے اس فرق کی وجہ سے عورت اپنے شوہر کو اس کی ضروریات کے حوالے سے سمجھنے کے بجائے اپنے جذبات کے حوالے سے سمجھنے کی کوشش کرتی ہے اور بس یہیں ایک بڑی غلطی کر جاتی ہے۔ بجائے یہ جاننے کے کہ اس کے شوہر کی شخصیت کن اوصاف اور کن عادات واطوار سے مرکب ہے وہ مرد کے بارے میں آپنے محدود تصورات و خیالات کے حوالے سے اپنے شوہر کو Deal کرنا چاہتی ہے۔ جب کہ اسے چاہئے کہ اپنے مرد کو اس طرح سے جاننے کی کوشش کرے جیسا کہ وہ ہے۔ بہت سی عورتیں کہتی ہیں کہ وہ اپنے شوہر کی عادات و ضروریات سے اچھی طرح واقف ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ ہمیں پتہ ہوتا ہے کہ ہمارے شوہر کو کب کیا چاہئے کس وقت کیا پسند ہے۔ میرے خیال میں عادات و ضروریات سے واقف ہونے اور حقیقی معنوں میں مزاج شناس ہونے میں بڑا فرق ہے۔ میرے محدود مشاہدے کے مطابق بہت ہی کم عورتیں اپنے شوہر کو سمجھتی ہیں۔ باوجود اس کے کہ انہیں شوہر کی ضروریات اس کے پسندیدہ کھانوں اور بعض معاملات میں اس کو پسند و ناپسند کا علم ہوتا ہے۔

محبت ایک جذبہ ہے

زندگی کی اہم ترین ضرورت ہے لیکن صرف محبت، شدید ترین محبت، بے پناہ محبت ہو جانے سے اس ضرورت کی تکمیل نہیں ہو جاتی۔ محبت کے کچھ آداب و تقاضے بھی ہوا کرتے ہیں جیسے جیسے محبت بڑھتی جاتی ہے تقاضے بھی بڑھتے جاتے ہیں۔ محبت انسان کی شخصیت کو جلا اور ارتقاء بخشتی ہے۔ تخیل کو بلند پروازی اور فکر کو آزادی عطا کرتی ہے۔ محبت ذہن، قلب، جسم اور روح کو بے خودی اور سرشاری عطا کرتی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ محبت کے تقاضوں میں کئی طرح کی پابندیاں بھی شامل ہیں۔ اہل عشق و... نے پہلے پابندی کی ان زنجیروں میں خود کو... پھر لامتناہی آزادی حاصل کی۔

جس طرح دفتر یا گھر کے کسی کام کی انجام دہی کے لئے کوئی طریقہ کار لائحہ عمل ترتیب دیا جاتا ہے اسی طرح شخصیت کو سمجھنے کے لئے بھی ایک لائحہ عمل ترتیب دینے کی ضرورت ہے۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اپنے نصب العین یا ٹارگیٹ پر پوری توجہ مرکوز رہتی ہے۔ وقت اور صلاحیتوں کے بے جا استعمال کے بغیر پوری یکسوئی کے ساتھ ایک مخصوص ٹریک پر گامزن رہا جاسکتا ہے۔

ماں بچے کو جنم دیتی ہے اسے پالتی پوستی ہے اس کی نگہداشت اور پرورش کرتی ہے اس کی چھوٹی بڑی ضروریات کا مکمل خیال رکھتی ہے۔ کسی شخص کی بہترین مزاج شناس اس کی اپنی ماں قرار دی جاسکتی ہے لیکن عموماً ایسا ہوتا نہیں ہے۔ بچپن کے ایام گزرنے اور ماں پر بچے کا انحصار کم ہوتے رہنے کے ساتھ ساتھ اکثر حالتوں میں ماں

اور بچے کے درمیان ذہنی طور پر فاصلے پیدا ہونا شروع ہو جاتے ہیں میں نے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان فاصلوں میں اضافہ ہی ہوتا دیکھا ہے۔ اولاد کے دل میں ماں کے لئے حد درجہ احترام و محبت اور ماں کے دل میں اپنی اولاد کے لئے بے انتہا محبت کے باوجود یہ کہنا مشکل ہے کہ چوبیس پچیس سال کے ایک جوان کی ماں اس کی اسی طرح مزاج شناس ہو جیسا کہ وہ اس کی نو دس سال یا بارہ سال کی عمر میں تھی۔ دور جوانی میں زندگی کے دوسرے فطری تقاضوں کی طرح مزاج شناسی کے لحاظ سے بھی مرد کی ضروریات بہت زیادہ بڑھی ہوئی ہوتی ہیں۔ زندگی کے اس مرحلے میں مرد کو سمجھنے یا اس کی مزاج شناسی کے سب سے زیادہ مواقع اس کی بیوی کو حاصل ہوتے ہیں اگر بیوی نے سمجھداری سے کام لیتے ہوئے ان مواقع سے فائدہ اٹھالیا تو سمجھ لیں کہ اس عورت کو اپنے شوہر کی بھرپور توجہ ہمیشہ حاصل رہے گی۔ اگر بیوی نے یہ کام نہ کیا یا ٹھیک طرح نہ کرسکی تو سمجھیں کہ معاملہ بین بین ہی رہے گا اور بس گزارے والی بات ہوگی۔ یک دوسرے کا حصہ بن جانے یک جان دو قالب بھرپور گرمجوشی کے ساتھ محبت و اپنائیت کے مناظر شاید دیکھنے کو نہ ملیں ہاں زبانی کلامی دعوؤں کی بات الگ ہے۔

شوہر کی مزاج شناسی اور اس کی توجہ حاصل کرنے کے لیے چند موٹی موٹی باتیں سمجھ کر اچھی طرح ذہن نشین کرلیں اور اس پر حسب موقع عمل کرکے دیکھئے۔ مثبت نتائج سے ان کی افادیت خود ظاہر ہو جائے گی۔

شوہر کی تعریف کیجئے

اپنی ذات کی تعریف کے معاملے میں مرد کی ضروریات عورت کی ضروریات سے مختلف ہیں۔ عورت عموماً اپنے ظاہری وجود میک اپ بالوں کے اسٹائل کپڑوں کے ڈیزائن وغیرہ کی تعریف سن کر خوش ہو جاتی ہے۔ اس کی توجہ بھی زیادہ تر انہی معاملات پر رہتی ہے اس کی برعکس مرد کو عموماً اپنی کارکردگی صلاحیتوں اور دیگر ذاتی اوصاف کا دوسروں سے ستائشی انداز میں ذکر اچھا لگتا ہے۔ اپنے شوہر کی خوشی کے لیے اس کی شخصیت کے ان پہلوؤں کا تعریفی انداز میں تذکرہ کیجئے جو اسے دوسروں سے ممتاز کرتے ہے۔ معاش کے حصول میں اس کی مصروفیات کو قدر اور توصیف کی نظروں سے دیکھئے اور اس کے سامنے اچھے الفاظ میں اس کا ذکر بھی کیجئے اس بات کا جائزہ لیجئے کہ آپ کے شوہر کی ذات میں کون کون سی صلاحیتیں اور کیا کیا خوبیاں پائی جاتی ہیں نا صرف اپنے شوہر کے سامنے اس کی ان صلاحیتوں اور خوبیوں کا تذکرہ فخریہ اور تعریفی انداز میں کیجئے بلکہ اپنے سسرال والوں میکے والوں، دوسرے رشتہ داروں اور ملنے والوں کے سامنے بھی اس کی ان خوبیوں کا اچھے الفاظ میں تذکرہ کیجئے۔

واقفیت اور مطابقت پیدا کیجئے

شادی بیاہ کی کسی تقریب میں کسی ریسٹورنٹ میں یا کسی اور جگہ جہاں مردوں اور عورتوں کے ایک ساتھ بیٹھنے کا اہتمام ہو۔ اکثر ٹیبلوں پر لوگ بات چیت کرتے اور خوش گپیوں میں مصروف نظر آتے ہیں بعض اوقات ایسے کسی موقع پر ایک ٹیبل پر ایک مرد اور عورت ساتھ بیٹھے ہوئے ہوں ان کے درمیان ساتھ بیٹھے ہوئے ہوں ان کے درمیان کبھی ایک آدھ بات ہو جاتی اور وہ دونوں زیادہ تر تقریب میں ادھر ادھر دیکھنے میں وقت گزار دیں تو اکثر ایسے ایک دوسرے سے کبھی کبھار بات کرنے والے یہ مرد و عورت کوئی غیر نہیں بلکہ آپس میں میاں بیوی ہوتے ہیں جیسے ہی شوہر کا کوئی دوست یا بیوی کی سہیلی وہاں آجائے تو پھر یہی خاموش بیٹھے ہوئے لوگ دوسرے کے ساتھ مسلسل گفتگو کرنے لگتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ پہلے دونوں کیوں چپ چپ سے بیٹھے ہوئے تھے۔

اس کا ایک اہم سبب بیوی کی ایک بڑی کمزوری یا خامی ہے۔ اس خامی کو ''ناواقفیت'' کا نام بھی دیا جاسکتا ہے۔

اس کا تدراک کیسے کیا جائے؟

زندگی کے مختلف مسائل و معاملات کے بارے میں شوہر کے نقطہ نظر کی واقفیت حاصل کرنے کی کوش کیجئے۔ اس کے بعد اس

بات کا جائزہ لیجئے کہ ان معاملات پر آپ کے خیالات کیا ہیں۔ اگر کسی معاملے پر آپ کے اپنے خیالات واضح نہیں تو اپنے شوہر سے گذارش کیجئے کہ وہ اس بارے میں آپ کی رہنمائی کریں۔ شوہر کے لئے یہ بات بہت خوشی کا سبب بنتی ہے کہ اس کی بیوی اس کے خیالات اور نقطہ نگاہ سے متاثر ہو اور اس کی رہنمائی میں چلنے کی خواہش ظاہر کرے۔

زندگی کے مختلف شعبوں اور موضوعات میں شوہر کی کس قدر دلچسپی ہے آپ کو اس کا بخوبی علم ہونا چاہئے سیاست حالات حاضرہ ادب فلسفہ شاعری، مصوری، سیاحت، اسپورٹس وغیرہ میں سے شوہر کی دلچسپی جس میں بھی زیادہ ہو آپ بھی اس بارے میں کچھ معلومات حاصل کیجئے اور اس موضوع پر بات چیت کرنے کے لیے خود کو امادہ و تیار کیجئے۔

سسرال اور میکہ میں شوہر کی خوبیاں بیان کیجئے

عورت کی شادی شدہ زندگی پر اثر انداز ہونے والی ایک اہم ہستی اس عورت کی ماں ہے۔ فطری طور پر ہر ماں اپنی بیٹی کی خوشیاں چاہتی ہے لیکن ہمارے معاشرہ میں یہ امر واقعہ ہے کہ کئی عورتوں کے گھر ان کی ماؤں کے غلط مشوروں اور منفی رویہ کی وجہ سے خراب ہوئے۔ ایک سمجھ دار عورت کے لیے ضروری ہے کہ دل کی بھڑاس کو نکالنے کے فارمولے کے تحت میکہ جاکر شوہر کی خوبیاں اور اعلیٰ اوصاف کا خوب تذکرہ کرے۔ میکہ میں شوہر کی تعریف و توصیف بیان کرنے کے ساتھ ساتھ سسرال والوں کے سامنے بھی شوہر کی خوبیوں کا تذکرہ کریں اور شوہر کی جن خوبیوں اور خصوصیات سے آپ متاثر ہیں ان کا ذکر اپنے سسرال والوں کے سامنے بھی اچھی طرح کریں۔

شوہر کو تحفہ دیجئے

آپ اس بات کی خواہشمند ہوں گی کہ سال میں مختلف اہم مواقع پر آپ کے شوہر آپ کو کوئی تحفہ دیں ہوسکتا ہے کہ ان مواقع پر آپ کے درمیان تحائف کا تبادلہ ہوتا بھی ہو لیکن آپ شوہر کو تحفہ دینے کے لئے کسی خاص موقع کا انتظار نہ کیجئے۔ اسے گاہے بگاہے تحفہ دیتی رہئے۔ ضروری نہیں کہ کوئی مہنگا تحفہ دیا جائے۔ اگر جیب اجازت نہ دے تو کوئی بھی چیز خواہ کم قیمت ہی کیوں نہ ہو ان کے لیے خرید لیں۔ خواہ وہ ایک سرخ پھول ہی ہو۔ اس کے علاوہ کوئی ایسی چیز جو گھر میں یا ان کے کام کاج کی جگہ پر زیادہ تر ان کی نظروں میں آئے تحفہ دینے کے لیے منتخب کیجئے۔ اگر انہیں مطالعہ کا شوق ہے تو کوئی اچھی کتاب اپنے دستخطوں کے ساتھ انہیں تحفہ میں دیں۔ یا ان کے شوق اور ذوق کے مطابق انہیں کوئی اور چیز بطور تحفہ دیں۔

شوہر کے مشاغل اور پسند کا احترام کیجئے۔

ایک معزز اور مالی لحاظ سے آسودہ گھرانے کی تعلیم یافتہ خاتون نے جن کی عمر ۴۵؍سال سے زائد ہوگی۔ ایک روز اپنے شوہر کی موجودگی میں ان کی شکایت کرتے ہوئے کہا کہ انہیں گھر کے معاملات اور میری ذات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ یہ صبح کو دفتر چلے جاتے ہیں شام کو دیر سے واپس آتے ہیں اور اس کے بعد کسی کتاب کا مطالعہ شروع کردیتے ہیں اور کتاب پڑھتے پڑھتے انہیں نیند آجاتی ہے۔ آپ بتائیے ان کی زندگی میں، میں کیا ہوں!...... مجھ سے اچھے تو ٹیلی ویژن پروگرام اور کتابیں ہیں۔ شوہر صاحب سر جھکائے دھیمی سی مسکراہٹ کے ساتھ یہ باتیں سن رہے تھے۔ میں نے خاتون سے پوچھا۔ آپ ان کے ساتھ بیٹھ کر ٹی وی دیکھتی ہیں؟...... مجھے ٹی وی کا شوق نہیں ہے، آپ ان کے ساتھ مطالعہ کرتی ہیں؟...... ہر روز کتابیں پڑھنا کس قدر بوریت کا کام ہے۔

آپ کے خیال میں کیا یہ طرز عمل اختیار کرکے کوئی عورت اپنے شوہر کا دل جیت سکتی ہے؟......شوہر کو سمجھنے کے لیے اور اس سے قریب ہونے کے لیے اس کے مشاغل اور پسند کا نہ صرف احترام کیجئے بلکہ اس میں خود بھی شرکت کیجئے۔ ان کے ساتھ بیٹھ کر ٹی وی دیکھئے۔ ہوسکے تو ان کے پسندیدہ موضوعات پر کتابوں کا آپ بھی مطالعہ کیجئے۔

☆☆

مفتی راشد حسین ندوی

سوال وجواب

س : میں ایک فیکٹری میں ملازم ہوں، میری فیکٹری کا مال کانپور کے تاجر کے یہاں سے آتا ہے۔ میری فیکٹری کا قاعدہ یہ ہے کہ پہلے کسی شخص کو اس تاجر کے مال کو چیک کرنے کے لئے کانپور بھیجا جاتا ہے، اور اس کام کی ذمہ داری میرے سر ہے، تو اب جب بھی میں مال چیک کرنے جاتا ہوں، تو وہ سیٹھ مجھ کو پیسے دینا چاہتا ہے تاکہ میں اس کے مال کو ناپاس نہ کروں، تو کیا اس صورت میں یہ پیسہ لینا جائز ہے؟

ج : صورت مسئولہ میں مذکورہ رقم کا لینا آپ کے لئے ناجائز ہے، اس لئے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص کسی کی سفارش کرے۔ اور وہ اس پر کوئی ہدیہ دے اور وہ ہدیہ قبول کرلے تو وہ سود کے دروازوں میں سے ایک بڑے دروازے میں داخل ہوگیا۔ "من شفع لاحد شفاعة الحديث" (ابوداؤد)

نیز مذکورہ رقم بطور رشوت ہے، اور مال اگر غیر معیاری ہو تو ساتھ ہی کمپنی کو دھوکا دینا بھی ہے جب کہ دونوں چیزوں کی سختی کے ساتھ ممانعت وارد ہوئی ہے چنانچہ مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت لینے اور دینے پر لعنت فرمائی ہے، لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم الراشي والمرتشي (ابوداؤد) اور فرمایا کہ ہم کو دھوکا دینے والا ہم میں سے نہیں ہے۔

س : ہماری برادری میں پنچائت کا سلسلہ بہت دنوں سے ہے، پنچایت میں جوا، شراب میں مبتلا افراد نیز بیویوں کو ناحق تکلیف دینے پر بائیکاٹ اور جرمانہ کا طریقہ رائج ہے۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ جرمانہ ناجائز ہے، آپ تحریر فرمائیں کہ تنہا جرمانہ جائز ہے یا نہیں؟

ج : مالی جرمانہ لینا ہمارے ائمہ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ البتہ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ مالی تعزیر کی گنجائش اس طرح ہوسکتی ہے کہ مجرم کا مال لے کر کچھ دنوں تک روکے رکھا جائے، پھر اسے واپس کردیا جائے، لیکن جرمانہ لے کر کسی مصرف میں لگا دینا ان کے نزدیک بھی درست نہیں ہے، لہٰذا پنچایت کے ذریعہ فساق کی سرکوبی اگرچہ بہت ہی عمدہ فعل ہے لیکن مالی جرمانہ مقرر کرنے کے بجائے سماجی بائیکاٹ کے ذریعہ اصلاح کی کوشش کی جائے۔ (البحرائق، شامی ۴/۱۹۵)

س : اگر کوئی شخص کسی سے کہے کہ تم ہماری دوکان میں صرف بکری کرو، ہم آپ کو دس فیصد حصہ دیں گے، بقیہ کسی بھی کام سے تم کو مطلب نہیں رہے گا تو شرعاً یہ جائز ہے یا نہیں؟

ج : یہ معاملہ اجارہ ہی کی ایک قسم ہے جس کو فقہی کتابوں میں "دلالی یا سمساری" کے عنوان سے ذکر کیا جاتا ہے، اس کے سلسلہ میں فقہاء کی عبارات اور فتاویٰ مختلف ہیں لیکن لوگوں کی ضروریات اور عام عرف کے پیش نظر مفتی بہ قول جواز کا ہے، بشرطیکہ اجرت متعین کردی جائے کہ خواہ تعیین فیصد کے اعتبار ہی سے کیوں نہ ہو جس طرح کہ آپ نے ذکر کیا ہے (شامی ۵/۴۲، رحیمیہ ۹/۳۰۰، احسن الفتاوی ۷/۲۷۳)

س : لوگوں نے ایک مسافر کے پیچھے عشاء کی نماز پڑھی اور مسافر نے قصر نہیں کیا لوگوں نے سنت اور وتر بھی پڑھ لی، بعد میں تحقیق ہوئی کہ امام مسافر تھا، تو لوگوں نے نماز کا اعادہ کیا تو کیا وتر کا بھی اعادہ ضروری ہے۔

ج : صورت مسئولہ میں عشاء کی فرض نماز اور سنتوں کا اعادہ کیا جائے گا۔ وتر کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ سنتیں عشاء کے تابع ہیں۔ لہٰذا اصل کے ساتھ ان کا بھی اعادہ کرنا ہوگا، جب کہ وتر کی نماز واجب ہے لہٰذا وہ عشاء کے تابع نہیں ہے۔ جہاں تک تعلق ہے وتر اور عشاء کے درمیان وجوب ترتیب کا تو یہاں نسیان سے مشابہ صورت پیش آنے کے سبب ترتیب ساقط ہوگئی ہے۔ (ردالمحتار-۱/۵۳۸، احسن الفتاوی ۳/۴۵۸)

عبداللہ صدیق

میری پیدائش ایک اسلام دشمن خاندان میں ہوئی تھی

میرا تعلق پٹنہ کے ایک گاؤں سکسبرہ سے ہے، تحصیل بلچی اور سب ڈویژن باڑھ ہے۔ پہلے میرے گاؤں کا نام میاں محمود تھا لیکن اب وہاں ایک بھی میاں آباد نہیں ہے۔ ۱۹۴۶ء کے فساد میں وہاں سے مسلمانوں کو بے دخل کردیا گیا تھا ہماری جو خاندانی زمین ہے اس کے کاغذات پر میاں محمود درج ہے۔ ہمارا گھر بھی قبرستان پر آباد ہے کیونکہ جب کنواں کھودا گیا تو وہاں سے ہڈیاں برآمد ہوئیں۔ اب وہاں مسلمانوں کا نام ونشان بالکل مٹ چکا ہے۔

میری پیدائش ۱۹۶۲ء میں ایک اسلام دشمن خاندان میں ہوئی۔ نانا آریہ سماجی تھے، دادا سناتنی، والدین رادھا سوامی سمپر دائک کے ماننے والے تھے۔ گھر میں اسلام دشمنی اپنی انتہا کو تھی۔ چھ سال کی عمر میں ایک مرتبہ میں سجدہ کی حالت میں لیٹا تھا تو میرے والد شری کرشن پرساد نے ایسی لات ماری کہ پیشاب کے راستے سے خون آنے لگا۔ اگر میں دائیں سے بائیں لکیر کھینچتا تو میری سرزنش ہوتی کیونکہ مسلمان ہی دائیں سے بائیں لکھتے ہیں۔ اسی طرح اگر میں دوزانوں ہوکر بیٹھتا تو مجھے مارا جاتا کیونکہ ان کے خیال میں مسلمان ایسے بیٹھتے ہیں۔ میرے دادا شری سیتا ساؤ کولکاتہ میں کپڑے کے تاجر تھے۔ آزادی سے پہلے ہوئے فرقہ وارانہ فسادات میں گاؤں واپس آگئے۔ بچپن ہی سے ہمارے ذہن میں یہ بات بیٹھائی جاتی تھی کہ مسلمان ہندوؤں سے نفرت کرتے ہیں، وہ ہندوستان کے غدار ہیں، وہ صرف خون خرابہ کرنا جانتے ہیں کسی کی جان لے لینے میں بھی وہ دریغ نہیں کرتے، انہوں نے ہی ہندوستان کو تقسیم کیا ہے، وہ ناقابل اعتماد اور قابل نفرت قوم ہے، عورتوں کو بھی وہ لوگ عزت واحترام کی نظر سے نہیں دیکھتے، وہ زیادہ سے زیادہ بچے پیدا کرنے کی فکر میں رہتے ہیں تاکہ ان کی آبادی ہندوؤں کی آبادی پر فوقیت لے جائے اور وہ ہندوستان کو بھی اپنے زیر قبضہ کرلیں۔ مسلمان ہندوؤں سے سخت نفرت کرتے ہیں اسی لئے وہ ہر کام ہندوؤں کے الٹا کرتے ہیں۔ ہندو مشرق کے سمت رخ کرکے پوجا کرتے ہیں تو مسلمان مغرب کی سمت میں رخ کرکے ہم لوگ اگر سورج کی پوجا کرتے ہیں تو وہ لوگ چاند کو دیکھتے ہیں کیونکہ ان کا خدا چاند پر بسیرا کئے ہوئے ہے، ہم گائے کی پوجا کرتے ہیں وہ ہماری مخالفت میں گائے کھاتے ہیں۔ انہوں نے ہم پر ہزاروں سال حکومت کی ہے اور ہم پر ظلم بربریت کے پہاڑ توڑے ہیں، اسی لئے جب ۱۹۷۰ء میں اپنے ننھیال سوسرائے بہار شریف آیا اور میرا داخلہ آریہ ودیا مندر میں ہوا تو میں نے محسوس کیا کہ وہاں کی ساری تعلیم مسلمانوں سے نفرت پر مبنی ہے۔ وہاں شام کو بچوں کے اجتماع میں شرکت کرتا جہاں بتایا جاتا کہ اکبر واورنگ زیب میں فرق صرف تیزی اور مٹھاس کا ہے ورنہ دونوں زہر ہیں۔ پورا مغلیہ دور راون کا دور ہے۔ کتابیں بھی اسی طرح کی پڑھنے کو دی جاتیں جو نفرت سے بھری ہوتیں، مثلاً سوتنترا کا امرت برچھ (آزادی کا حیات درخت) پاکستان کا وش برچھ (پاکستان کا زہریلا درخت)، ہندوستان کی غلامی کے ہزار سال، بھارتیہ ورانگ نائے (ہندوستان کی بہادر عورتیں اس میں چاند بی بی اور ایسی ہندو عورتوں کا ذکر ہے جنہوں نے مغلوں کے دانت کھٹے کردیئے) ان سب کتابوں کا نچوڑ یہ تھا کہ آزادی ہندوستان کو انگریزوں سے نہیں بلکہ مغلوں سے ملی ہے۔

جب پانچویں کلاس میں پہنچا تو یہ

سب مجھے بکواس معلوم ہونے لگا۔ سوچا کرتا تھا کہ اگر میں خود ہی مسلمان گھر میں پیدا ہوتا تو کیا ہوتا؟ میں بھی قابل نفرت مستحق قرار پاتا، حالانکہ میں نے کوئی جرم نہیں کیا ہے، یہ بات انصاف کے خلاف لگنے لگی کہ باپ کی سزا اس کے بچوں کو دی جائے۔ اگر پہلے مسلم حکومتوں نے بڑا ظلم کیا ہے تو صرف وہی نفرت کے مستحق ہیں نہ کہ آج کے مسلمان۔ لیکن پھر بھی دل میں مسلمانوں سے ڈر لگا رہتا کیونکہ میں جس گھر میں رہتا تھا وہاں کی بڑی بوڑھی عورتیں مسلمانوں کے تئیں بڑی ہی خوفناک باتیں بتاتی تھیں۔ مثلاً ماں کہتی تھی کہ مسلمان میٹھا زہر دیتے ہیں۔ دادی اماں کہتی تھیں کہ مسلمان بچوں کو زندہ گاڑ دیتے ہیں، اس لئے ان کی بستیوں کی طرف نہیں جانا چاہئے ہمارا کھیت بھی مسلمان بستی سے متصل تھا اس لئے وہاں جانے سے ہمیں روکا جاتا۔ سن ۷۲ء کی بات ہے کہ قبرستان کی طرف جارہے تھے دل میں خواہش ہوئی کہ چل کر دیکھیں مسلمان کرتے کیا ہیں؟ ہم لوگ اندر تک چلے گئے۔ اس وقت تک لوگ میت کو دفنانے سے فارغ ہوچکے تھے اور واپس لوٹ رہے تھے۔ ہمیں خوف کے اس احساس نے آلیا کہ وہ ہمیں پکڑ کر زندہ درگور کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ گرتے پڑتے وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ اسی طرح جب مساجد کے اونچے اونچے مناروں کو دیکھتے تو سمجھتے کہ اس کے اندر برچھے اور بھالے ہوتے ہیں۔

میرے قبول اسلام کی ابتداء سن ۷۸ء سے ہوتی ہے۔ اس وقت میری عمر ۱۶ سال تھی۔ میں ٹرین سے سفر کررہا تھا کہ ایک بزرگ کو دیکھا جو اپنے ساتھیوں کو دینی قصے سنا رہے تھے غالباً یحیٰ منیری کے بارے میں بتارہے تھے۔ میں نے ان سے ایک ہی ساتھ ڈھیر سارے سوالات کرڈالے میں نے پوچھا کہ آپ گائے کا گوشت کیوں کھاتے ہیں؟ آپ جب نماز پڑھتے ہیں تو اتنا چلاتے کیوں ہیں؟ (اس وقت تک میں اذان ونماز میں فرق نہیں جانتا تھا)۔ آپ چاند کو کیوں دیکھتے ہیں؟ کیا آپ کا خدا چاند پر ہے؟ انہوں نے بڑے ہی اطمینان کے ساتھ ان سب باتوں کا جواب دیا اور گھر آنے کے پیشکش کی تاکہ مجھے وہ ہندی قرآن دے سکیں۔ کچھ دنوں کے بعد ڈرتے ڈرتے میں ان کے گھر گیا۔ مجھے قرآن کا ترجمہ سنایا گیا اس کی تفسیر بھی بتائی گئی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ یہ وہی آیتیں ہیں جس میں اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا ہے۔ میں نے دماغ لگا لگا کر سمجھنے کی کوشش کی۔ لیکن ہنوز دل میں خوف تھا کہ کہیں یہ لوگ مجھے مار کر گاڑ نہ دیں کیونکہ میں شروع ہی سے اسی طرح کی باتیں سنتے آیا تھا۔ میں نے قرآن کو حکمت عملی کے طور پر اپنے سر پر رکھ لیا۔ یہ قرآن کی تکریم نہیں تھی بلکہ اس وجہ سے تھا کہ یہ لوگ مجھے اس کے عوض بخش دیں۔ اس کے بعد مجھے اجتماع میں لے جایا گیا جہاں سورۂ فاتحہ سنی جو میرے دل میں اتر گئی۔ جب چاروں قل پڑھا اور اس پر دیا گیا حاشیہ پڑا تو آنکھیں کھل گئیں۔ کیونکہ اس میں لکھا تھا جو رب ہوگا وہ مالک بھی ہوگا اور جو مالک ہوگا وہی اللہ بھی ہوگا۔ اسی طرح سے قرآن بہت اچھا لگا میں سمجھتا تھا کہ قرآن میں محمد کی جیونی ہوگی، دیومالائی قصے ہوں گے کیونکہ ایسا ہی میں نے بائبل اور دوسری ہندی کتب میں پڑھا تھا۔

۷۶ء میں بہن کی شادی ہوئی تو دیکھا کہ اس میں وسائل انسانی کی خوب بربادی ہورہی ہے۔ یہ مجھے دل سے ناپسند تھا۔ ہم چونکہ آریہ سماجی تھے اس لئے مورتی پوجا کرتے نہیں تھے بلکہ یگ کرتے تھے جس میں اس قسم کا ضیاع شامل تھا۔ ان سب سے چونکہ میں بیزار ہوگیا تھا اور کسی اچھے راستہ کی تلاش میں تھا، اللہ نے مجھے اسلام کا راستہ بجھادیا پھر بھی میرے ذہن میں کچھ اشکالات تھے جن کو میں نے مسلمانوں کے اجتماعات میں شرکت کرکے اور سوالات اٹھا کر دور کرلیا۔ جیسے گوشت خوری اور عقیدہ تناسخ وغیرہ۔

خدا کے فضل سے ذہن سے اندھیرے کے سارے بادل چھٹ گئے اور اکتوبر ۱۹۷۸ء میں دائرہ اسلام میں داخل

ہوگیا۔ بڑے بھائی کے پاس گیا تو انہوں نے نہایت حقارت اور سختی سے کہا کہ میرے نزدیک ایک مسلمان اور مرا ہوا چھچھوندر برابر ہے پھر میں گھر سے دور ہوگیا اور پتھر کی مسجد میں رات گزارتا تھا۔ بھائی نے بھی اسلام سے ورغلانے کی بہت کوشش کی۔ دوسرے آریہ سماجیوں کو بلایا تاکہ میری برین واشنگ کرسکیں، لیکن میں حق پر ڈٹا رہا۔ میں نے ان سے کہا کہ یہ کامیابی کا کام میں نے کیا ہے میں زندگی اور موت دونوں حالت میں نقصان میں نہیں رہوں گا۔

میں خوف اور ڈر کی وجہ سے کسان انٹرمیڈیٹ کالج میں آٹھ مہینے نہیں گیا کیونکہ میرے ہاتھ پیر کاٹ دینے کی مجھے دھمکی موصول ہوئی تھی۔ ایک مرتبہ چپکے سے ٹی سی لینے گیا تو سی آئی ڈی والوں نے پریشان کیا جس نے بتایا کہ بہار شریف میں ہوم منسٹری سے لیٹر آیا ہے کہ میں آپ سے بالواسطہ گفتگو کرکے ایک تحقیقی رپورٹ پیش کروں۔

بعد میں مولانا ضیاء الہدیٰ صاحب امیر جماعت اسلامی بہار نے مرزا غالب کالج میں میرا داخلہ کروایا جہاں میں نے گریجویشن کی تکمیل کی پھر علی گڑھ میں ایم فل کیا اور وہیں سے صوفی ازم میں ڈاکٹریت بھی کی دعوتی کام میں نے کرنے کی کوشش کی۔ گھر والوں، رشتہ داروں کو سمجھایا تو وہ لوگ بہت بگڑ [illegible]۔ چچیرے دادا کو بتایا تو انہوں نے گھر سے نکال دیا پھر گاؤں جانا بند کردیا کیونکہ سب لوگ میرے درپے آزار ہوگئے۔ مرزا غالب کالج میں اپنے ایک ساتھی کشور کمار کو دعوت دی۔ اس نے اسلام قبول بھی کرلیا لیکن بعد میں اچھی تربیت نہ ملنے سے مرتد ہوگیا۔ اس کے علاوہ علی گڑھ یونیورسٹی میں MA کی طالبہ منورما دیوی (چھتاری، ضلع بلند شہر) نے اسلام قبول کیا جو اب میری زوجیت میں ہیں۔ یہ مجھ سے سینئر تھیں اور کٹر ہندو تھیں۔

اس کے علاوہ میری کوشش ہوتی ہے کہ اور دوسرے بھائیوں کو موقع محل دیکھتے ہوئے اسلام کی دعوت دوں۔ اس سلسلے میں سب سے زیادہ پریشانی اپنے مسلمان بھائیوں سے ہے، ہندوستان کے مسلمان نے خاص طور سے چار پانچ سو سالوں میں جو غلطیاں کیں یہ اس سے سبق لیں اور اپنے مستقبل کا لائحہ عمل تیار کریں۔ دعوت کے سلسلے میں بڑی کوتاہی ہوئی ہے۔ اگر حقیقی معنوں میں دعوت کا کام انجام دیا جاتا تو نقشہ کچھ اور ہی ہوتا۔ ایک چیز اور جس کے طرف مبذول کرانا چاہوں گا وہ یہ کہ دعوت سے پہلے ہم خود اسلام کو جانیں اور اس پر عمل کریں۔ آج ہمارے یہاں داعیوں کے اندر اس کا سب سے زیادہ فقدان ہے۔

●●●

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام نامی اور ان کے اصلاحی کارنامے تاریخ کے صفحات میں موجود ہیں آپ نے رفاہ عام کے سلسلہ میں بھی جو کارنامے انجام دیئے ہیں وہ بھی تمدنوں کی تاریخ میں محفوظ ہیں۔ فن تاریخ نویسی کی ابتدا آپ ہی کے حکم سے ہوئی ہے۔

مورخین کا بیان ہے کہ آپ خوف خدا سے اور قیامت کے دن کے واقعات کو سن کر زار زار روتے تھے۔ دنیاوی مشغولیت کا پورا پورا احساس تھا اور اس پر ندامت وپشیمانی بھی تھی۔ ایک مرتبہ کسی سفر میں ایک جگہ آپ کیلئے فرش بچھایا گیا۔ سامنے خدم وحشم اونٹ گھوڑوں کی قطار دیکھ کر ابن مسعدہ سے فرمایا۔ خدا ابوبکرؓ پر رحم کرے نہ انہوں نے دنیا کو چاہا۔ نہ دنیا نے انہیں چاہا۔ عمرؓ کو دنیا نے چاہا لیکن انہوں نے اس کو نہ چاہا۔ عثمانؓ کو کچھ دنیا میں مبتلا ہونا پڑا اور ہم لوگ تو بالکل ہی دنیا میں آلودہ ہوکر رہ گئے ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ آپ یہ فرما رہے تھے اور چہرہ پر ندامت وپشیمانی کے آثار طاری تھے۔

بھٹکل کے قارئین سے گذارش

جناب حافظ محمد رئیس صاحب استاد مدرسہ ضیاء العلوم میدان پور تکیہ کلاں، رائے بریلی، اس وقت بھٹکل کے سفر پر ہیں، جو حضرات ماہنامہ رضوان کی رقم دینا چاہیں وہ ان کو دے سکتے ہیں اور رسید حاصل کرسکتے ہیں ان کا موبائل نمبر مندرجہ ذیل ہے۔

09305233628

کچھ اہم ومفید مطبوعات

از: حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

کاروان زندگی حصہ اول (نیا ایڈیشن) 100/-
کاروان زندگی حصہ دوم (نیا ایڈیشن) 90/-
کاروان زندگی حصہ سوم 80/-
کاروان زندگی حصہ چہارم 90/-
کاروان زندگی حصہ پنجم 80/-
کاروان زندگی حصہ ششم (نیا ایڈیشن) 90/-
کاروان زندگی حصہ ہفتم 80/-
مطالعہ قرآن کے اصول ومبادی (نیا ایڈیشن) 40/-
حج کے چند مشاہدات 6/-
خواتین اور دین کی خدمت 25/-
کاروان ایمان وعزیمت (نیا ایڈیشن) 35/-
دعائیں 10/-
سوانح مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ (نیا ایڈیشن) 90/-
سوانح حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلویؒ (نیا ایڈیشن) 90/-
نبی رحمتؐ (نیا ایڈیشن) 200/-
سیرت سید احمد شہیدؒ (دو جلدیں) 200/-
تاریخ دعوت وعزیمت (پانچ جلدیں) 355/-
انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر 70/-
اپنے گھر سے بیت اللہ تک 25/-

از: محترمہ امۃ اللہ تسنیم مرحومہ

زاد سفر (دو جلدیں) (نیا ایڈیشن) 150/-
باب کرم (نیا ایڈیشن) 12/-
بچوں کی قصص الانبیاء حصہ اول 15/-
بچوں کی قصص الانبیاء حصہ دوم 14/-
بچوں کی قصص الانبیاء حصہ سوم 15/-
بچوں کی قصص الانبیاء حصہ چہارم 12/-
ہمارے حضورؐ (اردو) 15/- ہمارے حضورؐ (ہندی) 20/-
موج تسنیم (اردو) زیر طبع
مناجات ہاتف 10/-
دیار حبیب 5/-

از مخدومہ خیر النساء بہترؒ

حسن معاشرت (نیا ایڈیشن) 15/-
کلید باب رحمت 6/-
ذائقہ (نیا ایڈیشن) 15/-
ذکر خیر 〃 15/-

از: حضرت مولانا محمد ثانی حسنیؒ

لبیک اللّٰھم لبیک 30/-
سوانح حضرت مولانا خلیل سہارنپوریؒ 50/-
سوانح مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ 150/-
زبان کی نیکیاں 15/-
گلدستہ حمد وسلام 6/-
کلام ثانیؒ زیر طبع

از: مولانا محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ

دو مہینے امریکا میں 90/-
جزیرۃ العرب 70/-
حج ومقامات حج 35/-
امت مسلمہ 70/-
سماج کی تعلیم وتربیت 45/-

از: حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ

معارف الحدیث (مکمل آٹھ جلدیں) 870/-
اسلام کیا ہے؟ (اردو) 30/-
اسلام کیا ہے؟ (ہندی) 35/-
دین وشریعت 70/-
ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت 70/-
قادیانی مسلمان نہیں 25/-
آپ حج کیسے کریں؟ (نیا ایڈیشن) 40/-
آپ حج کیسے کریں؟ (ہندی) (نیا ایڈیشن) 45/-
درس قرآن 200/-

دیگر مصنفین کرام کی تصانیف

تذکرہ حضرت سید احمد شہیدؒ 45/-
مکتوبات مفکر اسلامؒ (اول) 80/-
مکتوبات مفکر اسلامؒ (دوم) 120/-
(مولانا سید محمد حمزہ حسنی صاحب)
تذکرہ حضرت سید شاہ علم اللہ 35/-
سیرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ 30/-
(مولانا محمد الحسنیؒ)
بشریت انبیاء (نیا ایڈیشن) 40/-
ذکر رسولؐ 〃 55/-
مولانا محمد علی جوہر 〃 175/-
(مولانا عبدالماجد دریابادیؒ)
کتاب النحو (حافظ عبدالرحمن امرتسریؒ) 18/-
کتاب الصرف 〃 20/-
بریلوی فتنہ کا نیا روپ (مولانا عارف سنبھلی) 40/-
تاریخ میلاد (حکیم الشکور) 30/-
مقالات سیرت (ڈاکٹر قدوائی) 30/-
سیرت صدیقؓ (حبیب الرحمن شیروانی) 25/-

مکتبہ اسلام ۱۷۲/۲/۵۴، محمد علی لین گوئن روڈ، لکھنؤ ۱۸۔
فون نمبر دفتر: 2270406
فون نمبر رہائش: 2229174

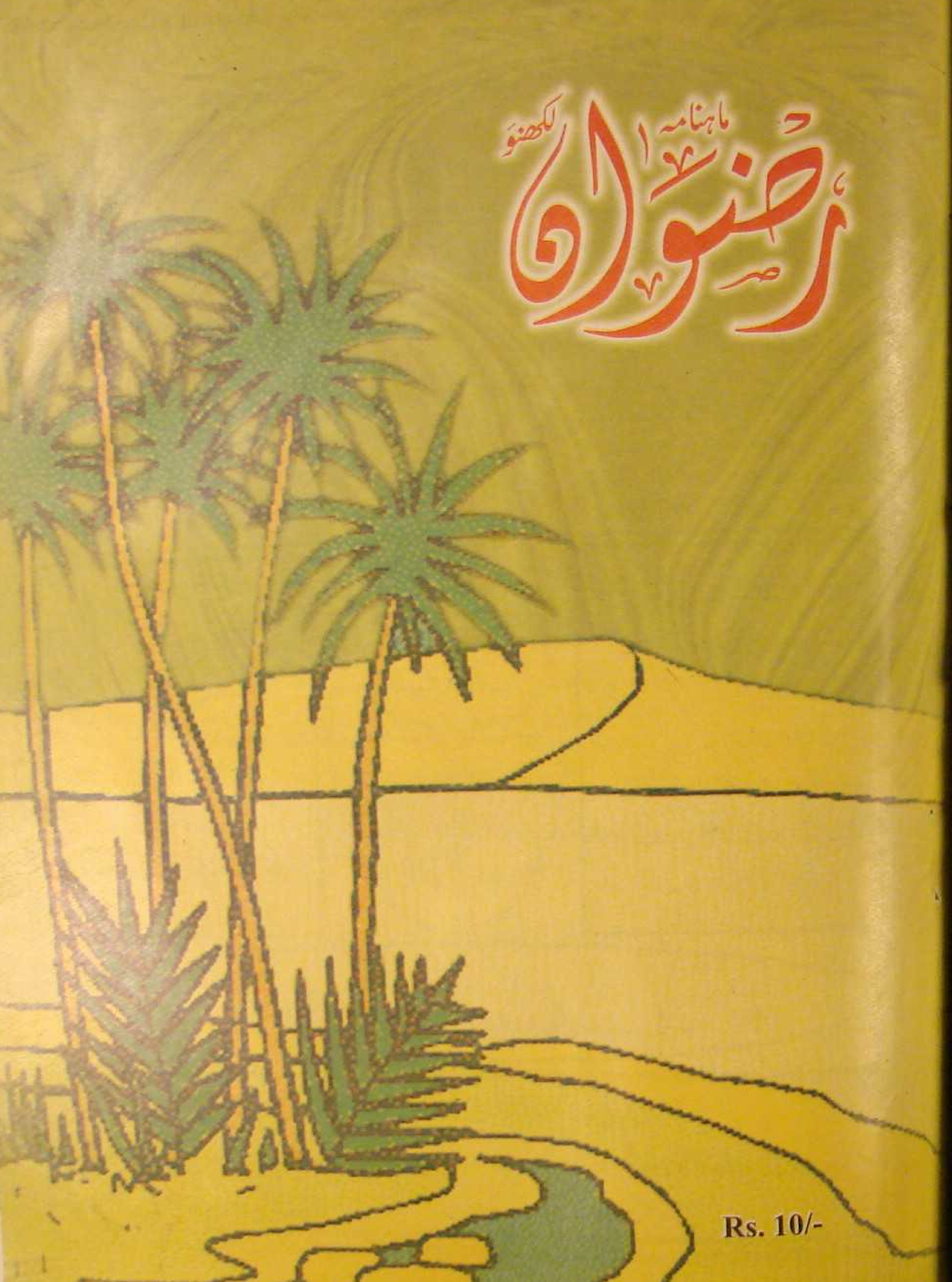

LW/NP-184/2006-08
R. N. 2416/57
Monthly
RIZWAN
Ph: 0522-2270406
172/54 Mohammad Ali Lane Gwynne Road Lucknow-226018

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی مقبول و معروف کتابیں

کاروانِ زندگی .... سوانح حیات

ایک معلم، مصنف، مؤرخ، داعی اور رہنما کی سرگذشت حیات

جس میں ذاتی زندگی کے مشاہدات و تجربات، احساسات و تأثرات اور ہندوستان اور عالم اسلام کے واقعات و حوادث اور تحریکات و شخصیات کے مطالعہ کا ماحصل اس طرح گھل مل گیا ہے کہ وہ ایک دلچسپ و سبق آموز آپ بیتی اور ایک مؤرخانہ و حقیقت پسند جگ بیتی بن گئی ہے اور چودہویں صدی ہجری، بیسویں صدی عیسوی کی تاریخ و سرگذشت کا ایک اہم باب محفوظ ہو گیا ہے۔

- ایک تاریخی دستاویز
- ادبی مرقع
- دعوت فکر و عمل

فوٹو آفسیٹ کی بہترین کتابت و طباعت سے آراستہ

قیمت حصہ اول	(اردو ایڈیشن)	100/-
قیمت حصہ دوم	(اردو ایڈیشن)	90/-
قیمت حصہ سوم	(اردو ایڈیشن)	80/-
قیمت حصہ چہارم	(اردو ایڈیشن)	90/-
قیمت حصہ پنجم	(اردو ایڈیشن)	80/-
قیمت حصہ ششم	(اردو ایڈیشن)	90/-
قیمت حصہ ہفتم	(اردو ایڈیشن)	80/-
قیمت مکمل سیٹ	(کاروان زندگی)	610/-

کاروان ایمان و عزیمت

قافلہ مجاہدین یعنی حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک اصلاح و جہاد سے تعلق رکھنے والے اصحاب علم و فضل و عزیمت کا تذکرہ جس سے مسلمانوں کی تاریخ دعوت و عزیمت کا ایک روشن باب سامنے نظر آتا ہے۔

خوبصورت کتابت و طباعت

قیمت 35/-

حج کے چند مشاہدات

اس کتاب میں مولاناؒ نے حج کے بارے میں جس طرح اپنے تأثرات و مشاہدات کا اظہار کیا ہے وہ اپنے انداز کا مؤثر اظہار ہے۔

قیمت 6/-

خواتین اور دین کی خدمت

خواتین کی کیا ذمہ داریاں ہیں، ان کے دینی و سماجی فرائض کیا ہیں، وہ کس طرح دین کی خدمت کر سکتی ہیں، آخر میں مولاناؒ کی والدہ ماجدہ کے وہ تربیتی خطوط ہیں جو انھوں نے مولاناؒ کے نام ان کی تعلیم کے دوران لکھے تھے۔

قیمت 25/-

ذکرِ خیر

حضرت مولاناؒ کی والدہ ماجدہؒ کے حالات زندگی، خود حضرت مولاناؒ کے قلم سے۔ قیمت 15/-

سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ

عہد حاضر کی مشہور دینی شخصیت اور عارف باللہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کے حالات زندگی، ان کی شخصیت، ان کی نمایاں صفات، انداز تربیت، توازن و جامعیت، تعلق مع اللہ، خلوص و محبت، فیض و تأثرات اور معرفت و سلوک کا ایمان افروز تذکرہ۔ قیمت مجلد 90/-

بیادگار حضرت مولانا محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

خواتین کا ترجمان

ماہنامہ رضوان لکھنؤ

جلد ۵۲	ستمبر ۲۰۰۸ء	شمارہ ۹

ایڈیٹر

محمد حمزہ حسنی

معاونین

- میمونہ حسنی
- عائشہ حسنی
- جعفر مسعود حسنی
- محمود حسن حسنی

سالانہ چندہ

برائے ہندوستان : ۱۰۰/روپے

غیر ملکی ہوائی ڈاک : ۲۵/امریکی ڈالر

فی شمارہ : ۱۰/روپے

ڈرافٹ پر RIZWAN MONTHLY لکھیں

ماہنامہ رضوان ۲/۵۴/۱۷، محمد علی لین، گوئن روڈ، لکھنؤ-۲۲۶۰۱۸

Phone : 91 - 0522 - 2620406

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محمد حمزہ حسنی نے مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن کیلئے نظامی آفسیٹ پریس میں چھپوا کر دفتر رضوان محمد علی لین سے شائع کیا

کمپوزنگ : ناشر کمپیوٹر لکھنؤ۔ فون : 9336932231 - 0522

فہرست مضامین

- اپنی بہنوں سے ..... مدیر ۳
- حدیث کی روشنی میں ..... امۃ اللہ تسنیم ۴
- نیک کام میں دیر نہ کیجئے ..... مولانا مفتی محمد تقی عثمانی ۶
- امت محمدیہ کی افضل ترین شخصیت ..... مولانا کلیم اللہ ۱۲
- روزہ کے چند اہم مقاصد اور فوائد ..... مولانا قمر الزماں ندوی ۱۶
- عذاب قبر کے اسباب ..... مولانا عبداللہ البرنی المدنی ۱۹
- رمضان المبارک کی برکات ..... حضرت مولانا خیر محمد قدس سرہ ۲۰
- ایک عہد ساز شخصیت ..... مولانا سعید احمد جلال پوری ۲۳
- ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ..... ایم زماں ندوی ۳۰
- اپنے شوہر کو سمجھئے۔ آپ ان کی توجہ حاصل کرلیں گی ۳۲
- سوال وجواب ..... مفتی راشد حسین ندوی ۳۷
- میری پیدائش ایک اسلام دشمن ..... عبداللہ صدیق ۳۸

اپنی بہنوں سے

مدیر

ماہ رمضان بڑا پر عظمت، بابرکت اور رحمت ومغفرت کا مہینہ ہے۔ اس مہینہ کا ہر حصہ بلکہ ہر ساعت و ہر لمحہ نور سے معمور ہوتا ہے، فرشتوں کا نزول اور مسلسل ابر کرم چھایا رہتا ہے۔ سرکش شیطان بند کردیے جاتے ہیں، خطاؤں سے درگذر کیا جاتا ہے ایک نیکی پر ستر گنا ثواب ملتا ہے، انعام وکرم کی بارش ہوتی ہے۔ دلوں کا چمن کھل اٹھتا ہے اور کھیتی سیراب ہوجاتی ہے۔ خدا کے دریائے رحمت میں تلاطم پیدا ہوجاتا ہے، بار بار خدا کی طرف سے اعلان معافی ہوتا ہے، مسجدیں آباد ہوجاتی ہیں۔ سخت دل سے سخت دل نرم دل ہوجاتا ہے۔ خدا نارسیدہ وگناہگار سے گناہگار خدارسیدہ وصالح بن جاتا ہے بہرحال ہر شخص کے لئے یہ مہینہ موسم بہار بن کر آتا ہے۔

اب اگر اس مہینہ سے کوئی شخص فائدہ نہ اٹھائے تو اس سے زیادہ بدنصیب کون ہوگا؟ اسی لئے حدیث شریف میں آتا ہے کہ وہ شخص بڑا بدنصیب ہے جو رمضان جیسے مہینے کو پائے اور اپنی مغفرت کا سامان نہ کرسکے۔

گیارہ مہینے مسلسل گناہوں اور خدا کی نافرمانیوں میں گذرتے رہے اگر خدانخواستہ یہ مہینہ بھی اسی طرح گذر گیا تو پھر افسوس کے علاوہ کچھ اور ہاتھ نہ آئے گا، اس لئے کہ جو رمضان میں محروم رہا وہ پورے سال محروم رہتا ہے۔

آیئے عہد کریں اور اس بات کا عزم مصمم کریں کہ اب اپنی زندگی کو خالص اسلامی سانچے میں ڈھالیں گے اور غیر اسلامی عقائد وافکار اور نظریات سے سچی توبہ کرکے ایک مومن کی طرح زندگی بسر کریں گے۔

یہی رمضان کا پیغام ہے اور یہی رمضان کا ہم سب سے مطالبہ، خدا کرے ہم اس پیغام کو گوش دل سے سنیں اور اس پر عمل کریں۔

حدیث کی روشنی میں

امۃ اللہ تسنیم

اخلاص اور نیت

مقبول عمل کا وسیلہ مصیبت سے نجات دیتا ہے

حضرت عبداللہؓ بن عمر سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم سے پہلے تین آدمی (کہیں) روانہ ہوئے راستہ میں شام ہوگئی۔ انہوں نے ایک غار میں پناہ لی۔ جب اس میں داخل ہوئے تو ایک پتھر گر پڑا اور غار کا دروازہ بند ہوگیا ان لوگوں نے کہا اس پتھر سے کوئی نجات نہیں دے سکتا۔ ہاں یہ کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے کسی عمل کی یاد دلاتے ہوئے پکارو، ان میں سے ایک نے کہا اے اللہ تعالیٰ میرے ماں باپ بوڑھے تھے اور میں اُن سے پہلے اپنی بیوی اور بچوں کو دودھ نہیں پلاتا تھا۔ ایک دن میں چارے کی فکر میں دور تک چلا گیا اور راہ میں مجھ کو شام ہوگئی۔ جب گھر پلٹا تو ان کو سوتا پایا۔ میں نے برا سمجھا کہ ان کو بے آرام کروں یا ان سے پہلے بیوی بچوں کو دودھ پلاؤں۔ پیالہ میرے ہاتھ میں تھا اور میں ان کے جاگنے کے انتظار میں رہا یہاں تک کہ صبح نمودار ہوگئی اور بچے میرے پاؤں پر لوٹ رہے تھے۔ میں نے ان کو دودھ پلایا۔ اے اللہ اگر یہ کام میں نے تیری خوشی کے لئے کیا ہے تو اس پتھر کو ہم سے دور کر، پس پتھر تھوڑا ہٹ گیا۔

دوسرے نے کہا اے اللہ میری ایک چچازاد بہن تھی۔ وہ مجھ کو بہت محبوب تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ میں اس کو اتنا چاہتا تھا کہ جیسے کسی مرد کو عورت سے محبت ہوسکتی ہے۔ ایک دن میں نے بلایا اس نے انکار کیا۔ یہاں تک کہ قحط سے پریشان ہوکر وہ میرے پاس آئی۔ میں نے اس کو ایک سو بیس دینار اس شرط پر دیئے کہ وہ مجھ سے تخلیہ میں ملے وہ راضی ہوگئی۔ جب میں نے ارادہ کیا تو اس نے کہا اللہ سے ڈر۔ میں یہ سن کر باز رہا حالانکہ وہ مجھے انتہائی محبوب تھی۔ پھر میں نے اس سے روپیہ بھی واپس نہیں لیا۔ اے اللہ اگر میں نے یہ کام تیری رضا کی خواہش میں کیا ہے تو ہمیں اس مصیبت سے رہائی عطا فرما۔ تو پتھر کھسک گیا مگر اتنا کہ نکل نہیں سکے۔

تیسرے نے کہا اے اللہ میں نے کچھ مزدور کام کے لئے بلائے اور ان کو پوری پوری مزدوری دی۔ سوا ایک آدمی کے وہ چلا گیا تھا۔ میں نے اس کی مزدوری سے تجارت کی۔ کچھ عرصہ میں تجارت خوب نفع لائی۔ ایک دن وہ آیا اور کہا اللہ کے بندے میری مزدوری دے۔ میں نے کہا یہ جتنی چیزیں تم دیکھ رہے ہو اونٹ، گائے، بکری، غلام سب تمہارے ہیں اور تمہاری مزدوری سے ہیں۔ کہا کیوں مجھ سے مذاق کرتے ہو۔ میں نے کہا میں مذاق نہیں کرتا یہ حقیقت ہے تو وہ سب لے کر چلا گیا۔ اے اللہ اگر میری یہ بات تجھے پسند آئی ہو تو ہم کو اس تنگی سے نجات فرمایا۔ پس وہ پتھر ہٹ گیا اور سب نکل گئے۔

توبہ

توبہ کے شرائط

علماء کا اتفاق ہے کہ ہر گناہ پر توبہ واجب ہے۔ اگر گناہ اللہ اور بندے کے درمیان ہے کسی آدمی کے متعلق نہیں ہے تو اس کی تین شرطیں ہیں۔ اول یہ کہ گناہ سے باز آئے۔ دوسرے یہ کہ اپنے فعل پر نادم ہو، تیسرے یہ کہ ارادہ کرے کہ گناہ کی طرف کبھی نہ پلٹیں گے۔ اگر ان تین شرطوں میں کوئی پوری نہ ہوئی تو توبہ صحیح نہیں ہے۔ اگر گناہ آدمی کے متعلق ہے تو اس کی چار شرطیں ہیں۔ تین تو وہی جو اوپر بیان ہو چکی ہیں۔ چوتھی یہ کہ جس کا جرم کیا ہو اسی سے معاف کروائے۔ اگر مال ہو تو اس کو واپس کردے۔ اگر تہمت وغیرہ کی کوئی سزا اس پر واجب ہوتی ہے تو اس کو موقع دے یا معاف کرائے یا غیبت کی ہے تو اس سے معاملہ صاف کرلے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دن میں ستر ستر اور سو سو مرتبہ توبہ اور استغفار کرتے تھے

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ خدا کی قسم میں اللہ سے بخشش چاہتا ہوں اور دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ توبہ کرتا ہوں۔ (بخاری)

حضرت اغر بن یسارؓ المزنی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! اللہ سے توبہ کرو اور بخشش چاہو، بیشک میں دن میں سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔ (مسلم)

اللہ کی خوشی بندے کی توبہ سے

حضرت ابوحمزہؓ انس بن مالکؓ الانصاری خادم رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندہ کی توبہ سے اتنا خوش ہوتا ہے جیسا کہ وہ سوار جس کی سواری مع کھانے پانی کے کسی چٹیل میدان میں کھو جائے اور وہ مایوس ہوکر ایک درخت کے نیچے سو جائے جب آنکھ کھلے تو دیکھے کہ وہ سواری کھڑی ہے۔ پس وہ سوار لگام پکڑ کے خوشی کی شدت میں یوں کہنے لگے کہ اے اللہ تو میرا بندہ ہے میں تیرا رب ہوں۔ اور یہ غلطی انتہائی مسرت میں اس سے صادر ہوئی۔

توبہ کا دروازہ قیامت تک کیلئے کھلا رہے گا۔

حضرت ابوموسیٰؓ الاشعری سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنا ہاتھ رات کو پھیلاتا ہے تاکہ دن کا گنہگار توبہ کرلے اور اپنا ہاتھ دن کو پھیلاتا ہے تاکہ رات کا گنہگار توبہ کرلے یہاں تک کہ سورج اپنے ڈوبنے کی جگہ سے نکلے۔ (مسلم)

سکرات تک توبہ ممکن ہے

حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ بن الخطاب سے روایت ہے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ مومن بندے کی توبہ اس وقت تک قبول کرتا ہے جب تک کہ خرخراہٹ شروع نہ ہو۔ (ترمذی)

توبہ کا دروازہ بڑا وسیع ہے سورج کے مغرب کی طرف سے نکلنے کے وقت تک کھلا رہے گا

حضرت زِرؓ بن حبیش سے روایت ہے کہ میں صفوانؓ بن عسال کے پاس آیا۔ اور میں نے چمڑے کے موزے پر مسح کرنے کے متعلق دریافت کیا۔ انہوں نے کہا اے زر تم کو کون سی حاجت مجھ تک لائی۔ میں نے کہا تلاش علم۔ انہوں نے کہا اس طالب علم کے لئے جو علم کی طلب میں نکلے فرشتے اپنے دونوں بازو پھیلا دیتے ہیں۔ میں نے کہا پائخانہ پیشاب کے بعد چمڑے کے موزے پر مسح کرنے سے متعلق میرے دل میں کھٹک ہے۔ آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں ہیں اس لئے میں آپ سے پوچھنے آیا ہوں۔ کیا آپ نے اس بارے میں کچھ سنا ہے؟ کہا ہاں۔ جب ہم مسافرت میں ہوتے تھے تو ہم کو حکم دیتے کہ تین دن اور تین راتیں چمڑے کے موزے پائخانہ پیشاب اور سونے کے بعد اتارنے کی ضرورت نہیں (اس پر مسح کرلینا کافی ہے) سوائے جنابت کی صورت میں (اس میں اُتارنا چاہئے)۔

میں نے کہا کیا آپ نے محبت کے متعلق کچھ سنا ہے؟ کہا ہاں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر میں تھے۔ ہم آپ کے پاس تھے کہ ایک اعرابی نے آپ کو بلند آواز سے پکارا یا محمدؐ۔ پس آپ نے اسی آواز کی طرح جواب دیا۔ کیا کہتے ہو، میں نے اس سے کہا ارے نیک بخت ذرا اپنی آواز کو آہستہ کر، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہے اور آپ کے پاس زور سے بولنے کی ممانعت ہے۔ کہا میں اپنی آواز کو آہستہ نہ کروں گا۔ پھر اعرابی نے کہا کہ آدمی لوگوں سے محبت کرتا ہے اور وہ ان کے مرتبہ کا نہیں ہوتا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ آدمی جو کسی کے ساتھ محبت کرتا ہے قیامت میں اسی کے ساتھ ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سلسلہ گفتگو میں مغرب کے دروازے کا ذکر کیا کہ اس کی چوڑائی کی مسافت یا یوں فرمایا کہ ایک سوار اس کی چوڑائی میں چالیس یا ستر سال چلے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس دن پیدا کیا جس دن آسمان و زمین پیدا کئے گئے ہیں توبہ کے لئے کھلا ہے۔ بند نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ سورج مغرب سے نکلے۔ (ترمذی وغیرہ)

●●

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی

نیک کام میں دیر نہ کیجیے

الحمد لله نحمدهٗ و نستعينهٗ و نستغفرهٗ ونؤمن به و نتوكل عليه نعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا، من يهده الله فلا مضل لـه و من يضلله فلا هادی لـه، اشهد ان لا الـه الا الله وحـده لاشـريك لـه، واشهد ان سيدنـا ونبينـا و مولانـا محمداً عبده ورسـولـه، صلى الله تعالىٰ عليه وعلى آله و اصحابه و بارك وسلم تسليماً كثيراً كثيراً۔

امابعد!

فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم۔ وسارعوا إلى مغفرة من ركم وجنة عرضها السماوات والارض اعدت للمتقين۔ (سورہ آل عمران:۱۳۳)

آمنت بالله صدق الله مولانا العظيم، و صدق رسوله النبی الكريم، و نحن على ذالك من الشهدين والشكرين، والحمد لله رب العالمين۔

مبادرت الی الخیرات

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے آگے جو باب قائم کیا ہے وہ ہے:

"باب المبادرة الى الخيرات"

اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ جب انسان اپنی حقیقت پر غور کرے گا، اللہ جل جلالہ کی عظمت شان، اس کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ پر غور کرے گا، اس کی شان ربوبیت پر غور کرے گا، تو اس تفکر کے نتیجے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت کی طرف دل مائل ہوگا اور خود بخود دل میں داعیہ پیدا ہوگا کہ جس مالک نے یہ ساری کائنات بنائی ہے اور جس مالک نے یہ نعمتیں مجھ پر نازل فرمائی ہیں اور جس مالک نے مجھے رحمتوں کی بارش میں رکھا ہے۔ اس مالک کا بھی مجھ پر کوئی حق ہوگا؟ جب یہ داعیہ اور میلان پیدا ہو، اس وقت کیا کرنا چاہئے؟

اس سوال کے جواب کے لئے علامہ نووی نے یہ باب قائم فرمایا ہے کہ جب بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کا داعیہ پیدا ہو اور کسی نیک کام کے کرنے کا محرک سامنے آئے تو اس وقت ایک مومن کا کام یہ ہے کہ جلد از جلد اس نیک کام کو کرلے۔ اس میں دیر نہ لگائے۔ یہی معنی ہیں "مبادرة" کے یعنی کسی کام کو جلدی سے کرلینا، ٹال مٹول نہ کرنا اور آئندہ کل پر نہ ٹالنا۔

نیکی کے کاموں میں ریس اور دوڑ لگاؤ

اور علامہ نووی سب سے پہلے یہ آیت کریمہ لائے ہیں کہ:

"وسارعوا الى مغفرة من ربكم وجنة عرضها السماوات والارض اعدت للمتقين"۔

تمام انسانیت کو خطاب کرکے اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اپنے پروردگار کی مغفرت کی طرف اور اس جنت کی طرف جلدی سے دوڑو، جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر، بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ ہے اور وہ متقی لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ "مسارعت" کے معنی جلد سے جلد کوئی کام کرنا، دوسروں سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنا۔ ایک دوسری آیت میں فرمایا کہ: (فاستبقوا الخيرات)

یعنی بھلائی اور نیکی کے کاموں میں ریس اور دوڑ لگاؤ۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ جب کسی نیک کام کا ارادہ اور داعیہ دل میں پیدا ہو تو اس کو ٹلاؤ نہیں۔

شیطانی داؤ

اس لیے کہ شیطان کے داؤ اور اس کے حربے ہر ایک کے ساتھ الگ الگ ہوتے ہیں، کافر کے لیے اور ہیں، مومن کے لیے اور ہیں، مومن کے دل میں شیطان یہ بات نہیں ڈالے گا کہ یہ نیکی کا کام مت کیا کرو، یہ برے کام ہیں، یہ بات براہ راست اس کے دل میں نہیں ڈالے گا، اس لیے کہ وہ جانتا ہے کہ یہ صاحب ایمان ہونے کی وجہ سے نیکی کے کام کو برا نہیں سمجھ سکتا۔ لیکن مومن کے ساتھ اس کا یہ حربہ ہوتا ہے کہ اس سے یہ کہتا ہے کہ یہ نماز پڑھنا، یہ فلاں نیک کام کرنا تو اچھا ہے، اس کو کرنا چاہیے۔ لیکن ان شاء اللہ کل سے شروع کریں گے۔ اب جب کل آئے گی تو ہوسکتا ہے وہ اس داعیہ کو بھول ہی جائے اور پھر جب کل آئے گی تو پھر یہ کہے گا اچھا بھائی! کل سے شروع کروں گا، تو وہ کل کبھی زندگی بھر نہیں آئے گے۔ یا کسی اللہ والے کی بات دل میں اثر کر گئی کہ یہ بات تو صحیح ہے، عمل کرنا چاہیے، اپنی زندگی میں تبدیلی لانی چاہیے، گناہوں کو چھوڑنا چاہیے، نیکیوں کو اختیار کرنا چاہیے۔ لیکن انشاء اللہ اس پر جلد از جلد عمل کریں گے۔ جب اس کو ٹلا دیا تو پھر کبھی اس پر عمل کی نوبت نہیں آئے گی۔

عمر عزیز سے فائدہ اٹھالو

اسی طرح زندگی کے اوقات گزرتے جارہے ہیں۔ عمر عزیز گزرتی جارہی ہے۔ کچھ پتہ نہیں کہ کتنی عمر ہے؟ قرآن کریم کا یہ ارشاد ہے کہ کل پر مت ٹالو، جو داعیہ اس وقت پیدا ہوا اس پر اسی وقت عمل کرو۔ کیا معلوم کہ کل تک یہ داعیہ رہے نہ رہے اور تو یہ بھی نہیں پتہ کہ تم خود زندہ رہو یا نہ رہو اور اگر تم خود زندہ رہو تو یہ پتہ نہیں کہ یہ داعیہ باقی رہے گا یا نہیں؟ اور اگر داعیہ باقی رہا تو کیا معلوم اس وقت حالات موافق ہوں یا نہ ہوں، اس وقت جو داعیہ پیدا ہوا ہے اس پر عمل کرکے فائدہ حاصل کرلو۔

نیکی کا داعیہ اللہ تعالیٰ کا مہمان ہے

یہ داعیہ اللہ جل شانہ کی طرف سے مہمان ہے، اس مہمان کی خاطر مدارات کرلو، اس کی خاطر یہ ہے کہ اس پر عمل کرلو، اگر نفل نماز پڑھنے کا داعیہ پیدا ہوا اور یہ سوچا کہ یہ فرض واجب تو ہے نہیں۔ اگر نہیں پڑھیں گے تو کوئی گناہ تو ہوگا نہیں، چلو چھوڑو، یہ تم نے اس مہمان کی ناقدری کردی جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری اصلاح کی خاطر بھیجا تھا، اگر تم نے اسی وقت فوراً عمل نہ کیا تو پیچھے رہ جاؤ گے، پھر معلوم نہیں دوبارہ وہ مہمان آئے، یا نہ آئے، بلکہ وہ آنا بند کردے گا، کیوں کہ وہ مہمان یہ سوچے گا یہ شخص میری بات مانتا نہیں اور میری ناقدری کرتا ہے، میری خاطر مدارات نہیں کرتا، میں اب اس کے پاس نہیں جاتا۔ بہر حال ویسے تو ہر کام میں جلدی اور عجلت کرنا برا ہے، لیکن جب دل میں کسی نیک کام کا داعیہ پیدا ہو تو اس پر جلدی عمل کرلینا ہی اچھا ہے۔

فرصت کے انتظار میں مت رہو

اگر اپنی اصلاح کی فکر کا دل میں خیال آیا کہ زندگی ویسے ہی گزری جارہی ہے، نفس کی اصلاح ہونی چاہئے اور اپنے اخلاق اور اعمال کی اصلاح ہونی چاہیے۔ لیکن ساتھ ہی یہ سوچا کہ جب فلاں کام سے فارغ ہوجائیں گے، پھر اصلاح شروع کریں گے۔ یہ فرصت کے انتظار میں عمر عزیز کے جو لمحات گزر رہے ہیں، وہ فرصت کبھی آنے والی نہیں۔

کام کرنے کا بہترین گر

ہمارے والد ماجد حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ جو کام فرصت کے انتظار میں ٹال دیا، وہ ٹل گیا وہ پھر نہیں ہوگا۔ اس واسطے کہ تم نے اس کو ٹال دیا۔ کام کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دو کاموں کے درمیان تیسرے کام کو گھسادو، یعنی وہ دو کام جو تم پہلے سے کر رہے ہو، اب تیسرا کام کرنے کا خیال آیا، تو ان دو کاموں کے درمیان تیسرے کام کو زبردستی گھسادو، وہ تیسرا کام بھی ہوجائے گا اور اگر یہ سوچا کہ ان دو کاموں سے فارغ ہوکر پھر تیسرا کام کریں گے تو پھر وہ کام نہیں ہوگا، یہ منصوبے اور پلان بنانا کہ جب یہ کام ہوجائے گا تو پھر کام کریں گے، یہ سب

ٹالنے والی باتیں ہیں اور شیطان عموماً اسی طرح دھوکا میں رکھتا ہے۔

نیک کاموں میں ریس لگانا برا نہیں

اس لیے "مبادرت الی الخیرات" یعنی نیک کاموں میں جلدی کرنا اور آگے بڑھنا قرآن کا تقاضہ ہے اور علامہ نوویؒ نے اسی کے لیے یہ باب قائم فرمایا ہے "باب المبادرۃ الی الخیرات" یعنی بھلائیوں کی طرف نیکی سے سبقت کرنا۔ علامہ نووی نے یہاں دو لفظ استعمال کیے، ایک "مبادرت" یعنی جلدی کرنا، دوسرا "مسابقت" یعنی مقابلہ کرنا اور ریس لگانا نیکی کے معاملہ میں محبوب ہے اور چیزوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنا برا ہے، جیسے مال کے حصول میں، عزت کے حصول میں، شہرت کے معاملے میں، دنیا کے حصول میں، جاہ طلبی کے معاملے میں، ان سب میں یہ بات بری ہے کہ انسان دوسرے سے آگے بڑھنے کی حرص میں لگ جائے۔ لیکن نیکیوں کے معاملے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا جذبہ ایک محمود اور قابل تعریف جذبہ ہے۔ قرآن کریم خود کہہ رہا ہے کہ (**فاستبقوا الخیرات**) نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ ایک شخص کو تم دیکھ رہے ہو کہ ماشاء اللہ عبادت میں لگا ہوا ہے، طاعات میں لگا ہوا ہے، گناہوں سے بچ رہا ہے، اب کوشش کرو کہ میں اس سے بھی زیادہ آگے بڑھ جاؤں، اس میں ریس لگانا برا نہیں۔

دنیاوی اسباب میں ریس لگانا جائز نہیں

یہاں معاملہ الٹا ہوگیا، اس وقت ہماری پوری زندگی ریس لگانے میں گزر رہی ہے۔ لیکن ریس اس میں لگ رہی ہے کہ پیسہ زیادہ سے زیادہ کہاں سے آجائے، دوسرے نے اتنا کمالیا، میں اس سے زیادہ کمالوں۔ دوسرے نے ایسا بنگلہ بنالیا، میں اس سے اعلیٰ درجہ کا بنالوں، دوسرے نے ایسی کار خریدی، میں اس سے اعلیٰ درجے کی خریدلوں، دوسرے نے ایسا ساز وسامان جمع کرلیا، میں اس سے اعلیٰ درجے کا جمع کرلوں۔ پوری قوم اسی ریس کے اندر مبتلا ہے اور اس ریس میں حلال وحرام کی فکر مٹ گئی ہے، اس لیے کہ جب دماغ پر یہ جذبہ سوار ہوگیا کہ دنیاوی ساز و سامان میں دوسرے سے آگے بڑھنا ہے، تو حلال مال کے ذریعہ آگے نکلنا تو بڑا مشکل ہے، تو پھر حرام کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے اور اب حلال وحرام ایک ہورہے ہیں، جس چیز میں ریس لگانا اور مقابلہ شرعاً برا تھا وہاں سب مقابلے پر لگے ہوئے ہیں اور ایک دوسرے سے آگے بڑھ رہے ہیں اور جس چیز میں مقابلہ کرنا، ریس لگانا، ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی فکر کرنا مطلوب تھا، اس میں پیچھے رہ گئے ہیں۔

غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت عمرؓ کا حضرت ابوبکرؓ سے مقابلہ

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو دیکھئے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر انہوں نے کیا کیا؟ غزوہ تبوک بڑا کٹھن غزوہ تھا۔ ایسا صبر آزما غزوہ اور ایسی صبر آزما مہم شاید کوئی اور پیش نہیں آئی، جیسی غزوہ تبوک کے موقع پر پیش آئی، سخت گرمی کا موسم، وہ موسم جس میں آسمان سے شعلے برستے ہیں، زمین آگ اگلتی ہے اور تقریباً بارہ سو کلومیٹر کا صحرائی سفر اور کھجوریں پکنے کا زمانہ، جس پر سارے سال کی معیشت کا دارومدار ہوتا ہے، سواریاں میسر نہیں پیسے موجود نہیں اور اس وقت میں یہ حکم دیا جارہا ہے کہ ہر مسلمان کے لیے نفیر عام ہے کہ وہ اس غزوہ میں چلے اور اس میں شریک ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں کھڑے ہوکر اعلان فرمایا کہ یہ غزوہ کا موقع ہے اور سواریوں کی ضرورت ہے، اونٹنیاں چاہئیں، پیسوں کی ضرورت ہے، مسلمانوں کو چاہیے کہ بڑھ چڑھ کر اس میں چندہ دیں اور جو شخص اس میں چندہ دے گا، میں اس کے لیے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ اب صحابہ کرام کہاں پیچھے رہنے والے تھے، جب کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ جملہ سن لیں کہ ان کے لیے

جنت کی ضمانت ہے، اب ہر شخص اپنی استطاعت مطابق چندہ دے رہا ہے، کوئی کچھ لارہا ہے، کوئی کچھ لارہا ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے گھر گیا اور میں نے اپنے گھر کا جتنا کچھ ساز و سامان، روپیہ پیسہ تھا وہ آدھا آدھا تقسیم کردیا اور پھر آدھا حصہ لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلاگیا اور دل میں خیال آنے لگا کہ آج وہ دن ہے کہ شاید میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے آگے نکل جاؤں۔ یہ جو جذبہ پیدا ہورہا ہے کہ میں ان سے آگے بڑھ جاؤں، یہ ہے "مسابقت الی الخیرات" کبھی ان کے دل میں جذبہ پیدا نہیں ہوا کہ میں عثمان غنی سے پیسے میں آگے بڑھ جاؤں، کبھی یہ جذبہ پیدا نہیں ہوا کہ عبدالرحمٰن بن عوف کے پاس بہت پیسے ہیں، ان سے زیادہ پیسے مجھے حاصل ہوجائیں، لیکن یہ جذبہ پیدا ہوا کہ صدیق اکبر کو اللہ تعالیٰ نے نیکی کا جو مقام بخشا ہے، ان سے آگے بڑھ جاؤں۔ تھوڑی دیر میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی تشریف لائے اور جو کچھ تھا حاضر کردیا، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے عمر! گھر میں کیا چھوڑ آئے ہو؟ حضرت عمر نے عرض کیا: یارسول اللہ! آدھا مال گھر والوں کے لیے چھوڑ دیا اور آدھا غزوہ کے لیے اور جہاد کے لیے لے آیا ہوں، آپ نے ان کو دعائیں دیں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے مال میں برکت دے۔ اس کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: تم نے اپنے گھر میں کیا چھوڑا؟ کہا: یارسول اللہ! گھر میں اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ آیا ہوں، جو کچھ گھر میں تھا سارا کا سارا سمیٹ کر یہاں لے آیا ہوں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دن مجھے پتہ چلا کہ میں چاہے ساری عمر کوشش کرتا رہوں لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ (ابوداؤد، کتاب الزکوۃ، باب فی الرخصۃ فی الرجل یخرج من مالہ، حدیث نمبر ۱۶۷۸)

ایک مثالی معاملہ

ایک مرتبہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: آپ میرے ساتھ ایک معاملہ کریں تو میں بڑا احسان مند ہوں گا۔ انہوں نے پوچھا: کیا معاملہ؟ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: میری ساری عمر کی جتنی نیکیاں ہیں، جتنے اعمال صالحہ ہیں، وہ سب مجھ سے لیں لیں اور وہ ایک رات جو آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار ثور میں گزاری، وہ مجھے دی دیں (یعنی وہ ایک رات جو آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار ثور میں گزاری، وہ میرے سارے اعمال پر بھاری ہے)...... غرض یہ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زندگی کو دیکھیں تو کہیں یہ بات نظر نہیں آتی کہ یہ سوچیں کہ فلاں نے اتنے پیسے جمع کرلیے، میں بھی جمع کرلوں۔ فلاں کا مکان بڑا شاندار ہے، میرا بھی ویسا ہوجاتا۔ فلاں کی سواری بہت اچھی ہے، ویسی مجھے بھی مل جاتی۔ لیکن اعمال صالحہ میں مسابقت نظر آتی ہی اور آج ہمارا معاملہ بالکل الٹا چل رہا ہے، اعمال صالحہ میں آگے بڑھنے کی کوئی فکر نہیں اور مال کے اندر صبح سے لے کر شام تک دوڑ ہورہی ہے اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی فکر میں ہیں۔

ہمارے لیے نسخہ اکسیر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عجیب ارشاد فرمایا، جو ہمارے لیے نسخہ اکسیر ہے، فرمایا کہ: دنیا کے معاملے میں ہمیشہ اپنے نیچے والے کو دیکھو اور اپنے سے کمتر حیثیت والوں کے ساتھ رہو۔ ان کی صحبت اختیار کرو اور ان کے حالات کو دیکھو اور دین کے معاملے میں ہمیشہ اپنے سے اونچے آدمی کو دیکھو اور ان کی صحبت اختیار کرو۔ کیوں؟ اس لیے کہ جب دنیا کے معاملہ میں اپنے سے کمتر لوگوں کو دیکھو گے تو جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے تمہیں دی ہیں ان نعمتوں کی قدر ہوگی کہ یہ نعمت اس کے پاس نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے دے رکھی ہے اور اس سے قناعت پیدا ہوگی، شکر پیدا ہوگا اور دنیا طلبی کی دوڑ کا جذبہ ختم ہوگا اور

دین کے معاملے میں جب اوپر والوں کو دیکھو گے کہ یہ شخص تو دین کے معاملے میں مجھ سے آگے بڑھ گیا تو اس وقت اپنی کمی کا احساس پیدا ہوگا اور آگے بڑھنے کی فکر پیدا ہوگی۔ (ترمذی شریف، کتاب صفۃ القیامۃ، باب نمبر ۵۸، حدیث نمبر ۲۵۱۲)

حضرت عبداللہ بن مبارک نے کیسے راحت حاصل کی؟

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ جو محدث بھی ہیں، فقیہ بھی ہیں، صوفی بھی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی زندگی کا ابتدائی حصہ مال داروں کے ساتھ گزارا (خود بھی مال دار تھے) صبح سے شام تک مال داروں کے ساتھ رہتا تھا، لیکن جب تک مال داروں کی صحبت میں رہا، مجھ سے زیادہ غمگین انسان کوئی نہیں تھا، کیوں کہ جہاں جاتا ہوں، یہ دیکھتا ہوں کہ اس کا گھر میرے گھر سے اچھا ہے، اس کی سواری میری سواری سے اچھی ہے، اس کا کپڑا میرے کپڑے سے اچھا ہے۔ ان چیزوں کو دیکھ دیکھ کر میرے دل میں کڑھن پیدا ہوتی تھی کہ مجھے تو ملا نہیں اور اس کو مل گیا۔ لیکن بعد میں دنیاوی حیثیت سے جو کم مال والے تھے، ان کی صحبت اختیار کی اور ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے لگا تو فرماتے ہیں "فاسترحت" یعنی میں راحت میں آ گیا، اس واسطے کہ جس کو بھی دیکھتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ میں تو بہت خوشحال ہوں، میرا کھانا بھی اس کے کھانے سے اچھا ہے، میرا کپڑا بھی اس کے کپڑے سے اچھا، میرا گھر بھی اس کے گھر سے اچھا ہے، میری سواری بھی اس کی سواری سے اچھی ہے، اس واسطے میں اب الحمدللہ راحت میں آ گیا ہوں۔

ورنہ کبھی قناعت حاصل نہیں ہوگی

یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد عمل کرنے کی برکت ہے، کوئی شخص تجربہ کر کے دیکھ لے۔ دنیا کے اندر اپنے سے اونچے کو دیکھتے رہو گے تو کبھی پیٹ نہیں بھرے گا، کبھی قناعت حاصل نہیں ہوگی، کبھی آنکھوں کو سیرابی نصیب نہیں ہوگی، ہر وقت یہی فکر ذہن پر سوار رہے گی، جس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: **لو کان لابن آدم وادیاً من ذھب أن یکون لہ وادیان** (صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب مایتقی من فتنۃ المال، حدیث نمبر ۶۴۳۹)

اگر ابن آدم کو ایک وادی سونے کی بھر کر مل جائے تو وہ یہ کہے گا کہ دو وادیاں مل جائیں اور جب دو مل جائیں گی تو کہے گا کہ تین مل جائیں اور اسی طرح پوری زندگی اسی دوڑ میں صرف ہو جائے گی اور کبھی راحت کی منزل پر، قناعت اور سکون کی منزل پر پہنچ نہیں پائے گا۔

مال و دولت کے ذریعہ راحت نہیں خریدی جا سکتی

میرے والد حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ کیا اچھی بات فرمایا کرتے تھے، لوح دل پر نقش کرنے کے قابل ہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ: راحت اور آرام اور چیز ہے اور اسباب راحت سے راحت حاصل ہونا کوئی ضروری نہیں "راحت" اللہ جل جلالہ کا عطیہ ہے اور ہم نے آج اسباب راحت کا نام راحت رکھ دیا ہے۔ بہت سارا روپیہ رکھا ہو تو کیا بھوک کے وقت وہ اس کو کھا لے گا؟ کیا اگر کپڑے کی ضرورت ہوگی تو اسی پیسے کو پہن لے گا؟ کیا گرمی لگنے کے وقت وہ پیسہ اس کو ٹھنڈ پہنچائے گا؟ بذات خود نہ تو یہ پیسہ راحت ہے اور نہ ہی اس کے ذریعہ تم راحت خرید سکتے ہو۔ اور اگر اس کے ذریعے تم نے اسباب راحت خرید بھی لیے۔ مثلاً آرام کی خاطر تم نے اس کے ذریعہ کھانے پینے کی چیزیں خرید لیں، اچھے کپڑے خرید لیے، گھر کی سجاوٹ کا سامان خرید لیا، لیکن کیا راحت حاصل ہو گئی؟ اس لیے کہ ایک شخص کے پاس راحت کے تمام اسباب موجود ہیں، لیکن صاحب بہادر کو گولی کھائے بغیر نیند نہیں آ رہی ہے! اب بتاؤ، اسباب راحت سارے موجود، لیکن نیند ملی؟ راحت ملی؟ اور ایک وہ شخص ہے جس کے گھر پر نہ تو پکی چھت ہے، بلکہ ٹین کی چادر ہے، نہ

چارپائی ہے، بلکہ فرش پر سو رہا ہے، لیکن بس ایک ہاتھ اپنے سر کے نیچے رکھا اور سیدھا نیند کے اندر گیا اور آٹھ گھنٹے کی بھرپور نیند لے کر صبح کو بیدار ہوا، بتاؤ! راحت اس کو ملی یا اس کو ملی؟ اس کے پاس اسباب راحت موجود تھے، لیکن راحت نہیں ملی اور اس مزدور کے پاس اسباب راحت موجود نہیں تھے۔ لیکن راحت مل گئی۔ یاد رکھو! اگر دنیا کے اسباب جمع کرنے کی فکر میں لگ گئے اور دوسروں سے آگے بڑھنے کی فکر میں لگ گئے تو خوب سمجھ لو کہ اسباب راحت تو جمع ہو جائیں گے، لیکن راحت پھر بھی حاصل نہ ہوگی۔

وہ دولت کس کام کی جو اولاد کو باپ کی شکل نہ دکھا سکے؟

حضرت والد قدس سرہ کے زمانے میں ایک صاحب تھے، بہت بڑے مل اونر اور ان کا کاروبار یہاں صرف پاکستان میں ہی نہیں تھا، بلکہ مختلف ممالک میں ان کا کاروبار پھیلا ہوا تھا۔ ایک دن ویسے ہی والد صاحب نے پوچھا کہ آپ کی اولاد کتنی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ ایک لڑکا سنگاپور میں ہے، ایک لڑکا فلاں ملک میں ہے، سب دوسرے ملکوں میں ہیں۔ دوبارہ پوچھا کہ آپ کی اپنے لڑکوں سے ملاقات تو ہوتی رہتی ہوگی، وہ آتے جاتے رہتے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ ایک لڑکے سے ملاقات ہوئے ۱۵ رسال ہو گئے ہیں! ۱۵ رسال سے باپ نے بیٹے کی شکل نہیں دیکھی، بیٹے نے باپ کی شکل نہیں دیکھی۔ تو اب بتاؤ! ایسا روپیہ اور ایسی دولت کس کام کی کہ جو اولاد کو باپ کی شکل نہ دکھا سکے اور باپ کو اولاد کی شکل نہ دکھا سکے؟ یہ سارے دوڑ دھوپ اسباب راحت کے لیے ہو رہی ہے، لیکن راحت مفقود ہے؟ اس لیے یاد رکھو کہ راحت پیسے کے ذریعہ نہیں خریدی جا سکتی ہے۔

پیسے سے ہر چیز نہیں خریدی جا سکتی

ابھی چند روز پہلے ایک صاحب نے ذکر کیا کہ وہ رمضان میں عمرے کو تشریف لے گئے ایک اور صاحب دولت مند بھی عمرے کو جا رہے تھے، میں نے ان سے کہا کہ عمرے کو جا رہے ہو، پہلے سے ذرا انتظام کر لینا، تاکہ رہنے کے لیے اور کھانے پینے کے لیے صحیح انتظام ہو جائے وہ اپنی دولت کے گھمنڈ میں تھے، کہنے لگے: ارے میاں! چھوڑو! انتظام وغیرہ، اللہ کا شکر ہے، پیسے بہت موجود ہیں، پیسے سے دنیا کی ہر چیز مل جاتی ہے، آرام دہ رہائش بھی مل جاتی ہے، کھانا بھی مل جاتا ہے، کوئی فکر کی بات نہیں۔ ہمارے پاس پیسہ خوب ہے، دس ریال کی جگہ بیس ریال خرچ کر دیں گے۔ وہی صاحب بتا رہے تھے کہ میں نے دو دن کے بعد دیکھا تو حرم شریف کے دروازے پر سر جھکائے بیٹھے ہیں، میں نے پوچھا بھائی کیا ہوا؟ کہنے لگے: سحری میں اٹھے تھے، لیکن ہوٹل میں کھانا نہیں ملا، کھانا ختم ہو گیا تھا۔ دماغ میں یہ گھمنڈ تھا کہ پیسے سے ہر چیز خریدی جا سکتی ہے، اللہ تعالیٰ نے انہیں دکھا دیا کہ دیکھو پیسہ تمہاری جیب میں رکھا رہ گیا اور روزہ بغیر سحری کے رکھا۔

سکون حاصل کرنے کا راستہ

یہ پیسہ، یہ ساز و سامان، یہ مال و دولت جو کچھ تم جمع کر رہے ہو، یہ بذات خود راحت دینے والی چیز نہیں ہے، راحت پیسے سے خریدی نہیں جا سکتی، وہ محض اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے، جب تک قناعت پیدا نہیں ہوگی اور جب تک یہ خیال پیدا نہیں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ حلال طریقے سے جتنے مجھے دے رہے ہیں، اسی سے میرا کام چل رہا ہے، اس وقت تک تمہیں سکون حاصل نہیں ہوگا۔ ورنہ کتنے لوگ ایسے ہیں جن کے پاس دولت بے حد حساب ہے، لیکن ایک لمحے کا سکون نہیں، ایک لمحے کا قرار نہیں، رات کو نیند نہیں آتی اور بھوک اڑی ہوتی ہے۔ یہ سب اس دنیا کی دوڑ کا نتیجہ ہے۔ اس لیے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہیں کہ دنیا کے معاملے میں اپنے سے اونچے آدمی کو نہ دیکھو کہ وہ کہاں جا رہا ہے، بلکہ اپنے سے نیچے والے کو دیکھو کہ ان کے مقابلے میں تمہیں اللہ نے کیا کچھ دے رکھا ہے، اس کے ذریعہ تمہیں قرار آئے گا تمہیں راحت ملے گی اور سکون حاصل ہوگا۔

●●●

مولانا کلیم اللہ

امت محمدیہ کی افضل ترین شخصیت
امیر المومنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ

نام ونسب

آپؓ کا اصل نام عبدالکعبہ تھا، اسلام لانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ رکھ دیا تھا ابوبکر کنیت اور صدیق لقب تھا، باپ کا نام عثمان اور کنیت ابوقحافہ مگر کنیت ہی سے زیادہ مشہور تھے، والدہ کا نام سلمیٰ تھا، مگر وہ بھی ام الخیر کنیت سے زیادہ پکاری جاتی تھیں، مرہ پر آپؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نسب میں مل جاتے ہیں، اور باعتبار مراتب آباء ایک ہی درجہ میں ہیں۔

اسلام قبول کرنے سے پہلے کے حالات

آپؓ کی ولادت ۵۷۳ء میں ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈھائی سال چھوٹے تھے، شروع ہی سے لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا، ذہن بہت اچھا تھا فصاحت وبلاغت میں کمال رکھتے تھے، گفتگو جچی تلی اور ایسی عمدہ ہوتی کہ سننے والا بہت متاثر ہو جاتا۔

شعر وشاعری سے بھی دلچسپی تھی، بڑے شعراء کے مقابلے میں شعر کہتے تھے۔ علم انساب کے ماہر تھے، اور یہ ایک بہت بڑا علمی مرتبہ تھا جو آپؓ کے خاندان میں چلا آرہا تھا، اس علم کو حضرت ابوبکرؓ نے محنت کر کے اور زیادہ وسیع کر لیا تھا۔ خواب کی تعبیر دینے میں بھی آپؓ کو اچھی مہارت تھی۔ پرہیز گاری اختیار کرنا اور برائیوں سے بچنا آپؓ کی خصلت میں شامل تھا۔

آپؓ بے انتہا نرم دل تھے، کسی کی تکلیف نہیں دیکھ سکتے تھے، بغیر امداد اور سہارا مانگے ہی ہر خدمت اور ہر کام کرنے کے لئے تیار ہو جاتے تھے۔

شراب سے آپؓ نے توبہ کر رکھی تھی، زمانہ جاہلیت میں بھی کبھی شراب نہیں پی۔ سودی کاروبار اور جوے سے نفرت تھی اسلام لانے کے بعد ان خوبیوں میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا۔

قبول اسلام

آپؓ تقریباً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم عمر تھے اور طبیعت میں کافی حد تک یکسانیت تھی اپنے اس مزاج کی وجہ سے بچپن ہی میں دونوں کے درمیان محبت اور گہرے تعلقات قائم ہو گئے تھے، اور آخری دم تک دوستی کا حق ادا کرتے رہے چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اعلان فرمایا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بلا جھجک اور بغیر کسی تردد کے اسے قبول کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ والوں کو خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا ہے تو تم نے کہا آپ جھوٹے ہیں اور ابوبکر نے کہا! بلاشبہ آپ سچے ہیں۔

تبلیغ اسلام

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اسلام قبول کرتے ہی سمجھ لیا کہ صرف میرا مسلمان ہو جانا ہی کافی نہیں ہے، بلکہ پوری قوم اور سوسائٹی کو بدلنا اور اسلام کی تعلیم کا قائل کرنا ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ آپؓ اسلام لاتے ہی اپنے خاص دوستوں کے پاس پہنچے اور انہیں حلقہ بگوش اسلام کیا، اس کے بعد آپؓ نے اسلام کی تبلیغ کا کام اور آگے بڑھانے کا ارادہ کیا اور مکہ کے شریف آدمیوں کے پاس جا جا کر محبت اور خیر خواہی سے رسالت اور اسلام کے بارے میں سمجھایا، اس کوشش کا نتیجہ یہ ہوا کہ مکہ کے چند اور سربرآوردہ لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

اس کوشش اور جدوجہد میں جو چند دوست مسلمان ہوئے ان میں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت عثمانؓ اور حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ وغیرہ شامل تھے۔

مکی دور میں حضورؐ سے رفاقت

آنحضرتؐ نے نبی ہونے کے بعد کافروں کی مخالفت، عداوت اور طرح طرح کی مصیبتیں جھیلنے کے باوجود تیرہ برس تک مکے میں دعوت وتبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا، حضرت ابوبکر صدیقؓ اس مصیبت اور بے بسی کی زندگی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق ومشیر اور دست وبازو بنے رہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ صبح وشام حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر تشریف لے جاتے اور اسلام پھیلانے کے منصوبوں پر غور وفکر کرتے تھے۔

حضورؐ کے ساتھ ہجرت مدینہ

سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کا حکم ہوا تو سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ساتھ لے کر ہجرت کا ارادہ فرمایا ہجرت کے دوران غار ثور میں معیت کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے، اور قرآن کی زبان سے صحابیت کی سند عطا ہوئی۔

اس سفر ہجرت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیقؓ کو اپنی رفاقت کے لئے منتخب اور مخصوص کر کے یہ بات ظاہر فرما دی کہ ان کے اخلاص ومحبت پر آپ کو کامل ترین اعتماد تھا، کیونکہ وہ سب سے زیادہ عقلمند اور مدبر تھے، اور اس خطرناک سفر میں ایسے ہی رفیق کی ضرورت تھی جو ان تمام اوصاف وکمالات کا حامل ہو۔

ہجرت کے بعد ان روح فرسا مصائب کا تو خاتمہ ہو چکا تھا جو مکہ میں ہر وقت اور ہر آن پیش آتے رہتے تھے، لیکن مدینہ منورہ میں دوسری قسم کی خدمات مسلمانوں کے سپرد کی گئیں، اور جان بازی وجاں نثاری کے امتحانات دوسرے طریقے سے لئے جانے لگے، مسلمانوں کو جہاد کا حکم دیا گیا اور ایک سلسلہ غزوات کا شروع ہو گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انیس غزوات پیش آئے جن میں سب سے پہلا غزوہ بدر اور سب سے آخر غزوہ غزوۂ تبوک تھا، ان تمام غزوات میں حضرت ابوبکر صدیقؓ آپؐ کے ہمراہ رہے، اور بڑی پسندیدہ خدمات انجام دیں۔

بے مثال ایثار

غزوۂ موتہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے جنگ کی تیاری کے لئے سامان فراہم کرنے کی اپیل کی، تو حضرت عمرؓ نے اپنے گھر کا آدھا اثاثہ خدمت نبویؐ میں پیش کیا لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ نے گھر کا سارا اثاثہ جہاد فنڈ میں جمع فرما دیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا ہے تو حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا ان کے لئے اللہ اور اس کا رسول کافی ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تمام صحابہؓ نے باتفاق حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کو خلیفہ تسلیم کر لیا، اگرچہ آپؓ کا زمانہ خلافت بہت مختصر تھا اور ایسے نازک وقت میں آپؓ خلیفہ ہوئے کہ کوئی فرشتہ بھی ہوتا تو کچھ نہ کر سکتا مگر پھر بھی آپؓ نے جو کام کئے امن واطمینان کے زمانہ میں بھی اس سے زیادہ نہیں ہو سکتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی معیشت

اسلام سے پہلے مکہ کے بڑے تاجروں میں آپؓ کا شمار تھا صاحب ثروت ودولت تھے کپڑے کی تجارت کرتے تھے، مگر اسلام کے بعد ساری دولت خدا کے کاموں میں خدا کے رسولؐ کی مرضی کے مطابق صرف کر دی حتیٰ کہ ایک وقت ایسا آیا کہ پہننے کو کرتہ نہیں تھا نہ تہبند، ایک کمبل تھا جس میں بجائے گھنڈی اور تکمہ کے کانٹے لگے رہتے تھے۔

ہجرت کے بعد تجارت کا سلسلہ بقدر ضرورت قائم کیا تھا جس کی آمدنی آپؓ کے گذران کے لئے کافی ہو جاتی تھی، خلافت کے بعد کچھ دنوں تک تو یہ سلسلہ قائم رہا، مگر حضرت عمرؓ اور حضرت عبیدہؓ نے اس سلسلہ کو قائم نہ رہنے دیا اس لئے کہ امور خلافت میں اس سے خلل پڑ رہا تھا، لہٰذا مسلمانوں سے مشورہ کر کے بیت المال

سے آپؓ کا وظیفہ بقدر ضرورت قوت لایموت مقرر کر دیا گیا، یعنی ڈھائی ہزار درہم سالانہ (ایک درہم ساڑھے تین ماشہ چار رتی چاندی کا ہوتا تھا)

ایک روز بیوی صاحبہ نے کہا کہ کچھ میٹھا کھانے کو جی چاہتا ہے فرمایا اب میں بیت المال سے اس سے زیادہ نہیں لے سکتا جو وظیفہ ملتا ہے اسی میں سے روزانہ بچاؤ تھوڑے دنوں میں کوئی میٹھی چیز پکا لینا چنانچہ چند روز کے بعد بیوی صاحبہ نے کوئی میٹھی چیز تیار کر کے سامنے رکھی تو آپؓ نے پوچھا کہ روزانہ کس قدر بچایا تھا، بیوی نے کوئی مقدار بیان کی تو فوراً بیت المال کے ذمہ دار کو حکم لکھ بھیجا کہ اتنی مقدار میرے وظیفے سے کم کر دی جائے کیونکہ بغیر میٹھا کھائے ہوئے بھی زندگی بسر ہو سکتی ہے۔

اپنی آخری بیماری میں حضرت عائشہؓ سے فرمایا دیکھو ایک دودھ دینے والی اونٹنی اور ایک برتن ایک چادر ایک لونڈی جو بیت المال سے مجھے دی گئی تھی، اس کو بیت المال میں واپس کر دینا، چنانچہ جب حضرت عائشہؓ نے یہ چیزیں حضرت عمرؓ کے پاس واپس بھیجیں تو انہوں نے کہا کہ اے ابوبکرؓ اللہ کی رحمت آپ پر ہو آپ نے اپنے جانشین کے لئے مشکل نمونہ چھوڑا ہے۔ (مستفاد خلفاء راشدین/۲۲تا۵۹)

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات

۲۲ر جمادی الثانی ۱۳ھ بروز دوشنبہ بعد نماز مغرب بعمر ۶۳ سال آپ کا وصال ہو گیا اور عشاء سے قبل تدفین عمل میں آئی تقریباً سوا دو سال آپؓ نے مسند خلافت کو زینت بخشی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خصوصیات اور فضائل

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اس رفیق جاں نثار کے ساتھ جو خاص تعلق تھا اس کا آپ نہایت محبت آمیز پیرائے میں اظہار فرماتے تھے، ایک بار تقریر کے دوران فرمایا:

ابوبکر اپنی فصاحت، مالی قربانی، اور محبت کے لحاظ سے میرے سب سے بڑے محسن ہیں اگر میں خدا کے سوا کسی کو اپنا دوست بنا سکتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن اخوت و محبت (ذاتی دوستی سے) افضل ہے۔ (بخاری شریف ۱/۵۱۶، مسلم شریف ۱/۲۷۲)

اس طرح کی بہت سی روایات ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے تعلق اور دوستی کا اظہار فرمایا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا کہ جو کچھ دنیا میں ہے یا جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے ان دونوں میں سے ایک کو پسند کر لے تو اس بندے نے اسے پسند کر لیا جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ راوی کا بیان ہے یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیقؓ رونے لگے ہمیں ان کے رونے پر تعجب آیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو کسی شخص کے متعلق خبر دے رہے تھے کہ اسے اختیار دیا گیا، جب ہمیں معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خود اپنے اختیار کے متعلق فرمایا تھا تو ہم پر واضح ہو گیا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ہم میں سب سے زیادہ علم والے ہیں، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اپنی صحبت اور اپنے مال کے ساتھ سب سے زیادہ احسان مجھ پر ابوبکر صدیق نے کیا ہے، اگر میں خدا کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو بیشک وہ ابوبکرؓ ہوتے، لیکن اسلامی اخوت اور دوستی کا رشتہ تو موجود ہے، آئندہ مسجد میں کسی کا دروازہ کھلا نہ رکھا جائے سوائے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دروازے کے۔ (بخاری شریف ۱/۵۱۶ مسلم شریف ۲/۲۷۲)

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں جب ہم صحابہ کرامؓ کے درمیان کسی کو ترجیح دیتے تو سب پر حضرت ابوبکر صدیق کو ترجیح دیا کرتے تھے، پھر حضرت عمر بن خطاب کو، پھر حضرت عثمان بن عفان کو، رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ (بخاری شریف: ۱/۵۱۶)

حضرت عمرو بن العاصؓ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے اور آپؐ کے ارشادات سن رہے تھے، اسی دوران انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا میرے آقا! مردوں میں آپ کو سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟ ارشاد فرمایا: ابوبکر (بخاری: ۱/۵۱۷)

ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی غیر بدری صحابی کو حضرت صدیقؓ سے آگے آگے چلتے ہوئے دیکھا تو فرمایا، "اتمشی بین یدی من هو خير منك" تم اس کے آگے چل رہے ہو جو تم سے بہتر ہے۔ (خلفاء راشدین/۴۳)

حضرت عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو غزوۂ ذات السلاسل پر سردار بنا کر بھیجا تو کہتے ہیں کہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور میں نے پوچھا کہ سب سے زیادہ محبت آپ کو کس سے ہے؟ آپ نے فرمایا: عائشہ سے، میں نے کہا: مردوں میں؟ فرمایا: اس کے والد ابوبکرؓ سے، پوچھا: پھر کس سے؟ فرمایا عمر سے، پھر بہت سے نام شامل کرائے۔ (مسلم: ۲/۲۷۳، بخاری: ۱/۵۱۷)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں میں سب سے زیادہ میری امت پر مہربان ابوبکرؓ ہیں۔ (مسند احمد ۳/۱۸۴)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا نے فرمایا جس جماعت میں ابوبکرؓ موجود ہوں اس کے لئے زیبا نہیں کہ ابوبکرؓ کے سوا کوئی دوسرا اس کی امامت کرے۔ (ترمذی شریف، ۲/۲۰۸)

حضرت جبیر ابن مطعمؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور آپؐ سے اس نے کسی معاملہ میں گفتگو کی آپؐ نے اس کو حکم دیا کہ پھر آ، اس نے کہا! یا رسول اللہ یہ فرمایئے اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں یعنی آپ کا وصال ہو جائے (تو کس کے پاس جاؤں) آپؐ نے فرمایا: پھر ابوبکر کے پاس جانا۔ (بخاری ۱/۵۱۶، مسلم ۲/۲۷۳، ترمذی ۲/۲۰۸)

مذکورہ دونوں حدیثیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے خلیفہ ہونے پر روشن دلیل ہیں۔

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکرؓ و عمرؓ جنت کی بڑی عمر والوں کے سردار ہیں۔ (ترمذی ۲/۲۰۸)

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس وقت یہ حدیث ارشاد فرمائی گئی اس وقت جو مستحقین جنت بڑی عمر والے ہیں ان کے سردار ہوں گے، ورنہ جنت میں تو بڑی عمر والا یا بوڑھا کوئی نہ ہوگا، ہر ایک جوان ہی ہوگا۔

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اس امت میں نبی کے بعد سب سے بہتر ابوبکرؓ ہیں پھر حضرت عمرؓ ہیں۔ (بخاری ۱/۵۱۸)

یہ قول حضرت علیؓ کا ہے جس کو ان سے اسی (۸۰) آدمیوں نے نقل کیا ہے اور ظاہر ہے کہ کسی کا افضل امت ہونا کوئی عقلی بات نہیں ہے جو اپنی رائے سے کہی جائے، لہٰذا ضروری ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ضرور سنا ہوگا۔ (خلفاء راشدین: ۶۶)

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں کہا کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں آپؐ کے بعد سب سے افضل ابوبکرؓ ہیں پھر عمرؓ پھر عثمانؓ ہیں۔ (ابوداؤد ۲/۶۳۶)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس مقولہ کو سنتے تھے اور انکار نہ فرماتے تھے اور تردید یا انکار نہ کرنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کیلئے سند کی حیثیت رکھتا ہے۔

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ میرا رہنا تم لوگوں کے درمیان کس قدر ہے لہٰذا اقتداء کرنا ان دونوں کی جو میرے بعد ہوں گے یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ کی۔ (ترمذی ۲/۲۰۷)

یہ تھے امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مختصر حالات، ضرورت ہے کہ ہم لوگ ان کی تابناک زندگی کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں، تاکہ دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی نصیب ہو۔ واللہ الموفق والمعین۔ ●●

مولانا قمر الزماں ندوی

روزہ کے چند اہم مقاصد اور فوائد

اسلامی تقویم کا نواں مہینہ رمضان المبارک ہے۔ یہ مہینہ اپنے اندر نیکیوں، رحمتوں اور مغفرتوں کی ایک دنیا سموئے ہوئے ہے۔ قرآن مجید اور احادیث نبویہ کے حوالے سے ہمیں رمضان المبارک کے مہینے سے جو ہدایات اور تعلیمات ملتی ہیں ان تمام کا مقصد اصلی یہ ہے کہ ہمارے اندر خوف خدا، تقویٰ، صبر، انسانی ہمدردی، غمگساری کا جذبہ پیدا ہو اور ہم سب اللہ تعالیٰ کی بندگی اس کے تقاضوں کے مطابق کر سکیں۔ ذیل میں ہم روزے کے چند مقاصد اور فوائد کو قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

۱- روزہ کا سب سے بڑا معنوی فائدہ اور مقصد تقویٰ اور دل کی پرہیزگاری اور صفائی ہے۔ روزے کی اسی حقیقت کو قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ **یا ایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی اللذین من قبلکم لعلکم تتقون۔** (بقرۃ ۲۳) ''اے ایمان والو! تم پر بھی اسی طرح روزہ کو فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تا کہ تم تقویٰ حاصل کرو''۔

تقویٰ کی تعریف کرتے ہوئے علامہ سید سلیمان ندویؒ فرماتے ہیں: ''تقویٰ'' دل کی اس کیفیت کا نام ہے جس کے حاصل ہونے کے بعد دل کو گناہ سے جھجک معلوم ہونے لگتی ہے اور نیک باتوں کی طرف اس کو بے تابانہ تڑپ ہوتی ہے۔

اور در حقیقت روزہ کا مقصود بھی یہی ہے کہ انسان کے اندر یہی کیفیت پیدا ہو

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''روزہ صرف یہی نہیں کہ کھانا پینا اور جماع (صحبت) ایک وقت مخصوص سے ایک وقت مخصوص تک نہ کی جائے یہ تو محض روزہ کی صورت ہے۔ اصل روزہ یہ ہے کہ زبان برائیوں سے رک جائے، کان غیبت سے باز آجائیں آنکھ ناجائز چیزوں کو نہ دیکھے۔ ہاتھ ظلم سے رک جائیں، پاؤں حرام کی طرف چلنے سے انکار کردیں اور ان سب کا بادشاہ دل ودماغ خلاف شرع باتوں کے سوچنے اور سمجھنے تک کی قوت سے محروم ہوجائے۔''

انسانوں کے دلوں میں گناہ کے اکثر جذبات بہیمی قوت کی افراط وزیادتی سے پیدا ہوتے ہیں روزہ انسان کے ان جذبات بہیمی کی شدت کو کمزور کرتا ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نوجوانوں کا علاج جو اپنی مجبوریوں کی وجہ کر شادی کرنے پر قدرت نہیں رکھتے اور اپنے نفس اور جذبات پر کنٹرول نہیں رکھتے یہ علاج تجویز فرمایا کہ روزہ رکھو اور فرمایا کہ روزہ شہوت کو توڑنے اور کم کرنے کے لئے بہترین چیز ہے۔

امام غزالی کا بیان ہے۔

''روزہ کا مقصد ہوائے نفس (نفسانی خواہشات) کو کچلنا ہے تا کہ نفس کو تقویٰ پر قوت ملے اور روزہ کی روح اور اس کی مشروعیت کا راز اس قوت کو کمزور کرنا ہے جو شر وفساد پر ابھارنے کے لئے شیطان کے وسائل وذرائع ہیں۔'' (احیاء العلوم)

علامہ بن قیم لکھتے ہیں:

''روزہ سے مقصود یہ ہے کہ نفس انسانی خواہشات اور عادتوں کے شکنجے سے آزاد ہوسکے اس کی شہوانی قوتوں میں اعتدال اور توازن پیدا ہو اور اس کے ذریعے سے وہ سعادت ابدی کے گوہر مقصود تک رسائی حاصل کرسکے اور حیات ابدی کے حصول کے لئے اپنے نفس کا تزکیہ کرسکے۔'' (زاد المعاد)

علامہ ابن قیم روزہ کے اسرار ومقاصد کو بیان کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں۔ روزہ جوارح ظاہری اور قوائے باطنی کی حفاظت میں بڑی تاثیر رکھتا ہے فاسد مادہ کے جمع ہوجانے سے انسان میں جو خرابیاں پیدا ہوجاتی ہیں، اس سے وہ اس کی حفاظت کرتا ہے۔ جو چیزیں مانع صحت ہیں ان کو خارج کردیتا ہے اور اعضاء و جوارح میں جو خرابیاں ہوا وہوس کے نتیجہ میں ظاہر ہوتی رہتی ہیں وہ اس سے دفع ہوتی ہیں، وہ صحت کے لئے مفید اور تقویٰ کی زندگی اختیار کرنے میں بہت ہی ممد و معاون ہے۔ (زاد المعاد)

۲- روزہ مالداروں اور امیروں کو احساس دلاتا ہے کہ فاقہ میں کیسی اذیت اور تکلیف ہوتی ہے اور بھوک اور پیاس کی تکلیف کیسی ہوتی ہے۔ اور اس وقت اس کو اپنے غریب اور فاقہ مست بھائیوں کی تکلیف کا احساس ہوتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ چند لقموں سے ان کی تکلیف کو دور کرنا کتنا بڑا ثواب ہے۔ جو خود بھوکا نہ ہو اس کو بھوک کی اور خود پیاسا نہ ہو اس کو پیاس کی تکلیف کا احساس کیوں کر ہوگا۔

۳- روزہ بہت سے گناہوں سے انسانوں کو محفوظ رکھتا ہے اس لئے یہ بہت سے گناہوں کا کفارہ بھی ہے چنانچہ اسلام میں بہت سے موقعوں پر روزہ کو گناہ کا کفارہ بتایا گیا ہے۔ اگر قسم کھا کر کوئی اس کو توڑنے کا گناہ کرے تو اس گناہ کی معافی کی صورت یہ ہے کہ دس مسکینوں کو کھانا کھلائے اور اگر اس کی سکت نہ ہو تو تین دن کے روزے رکھے۔

۴- انسان خواہ کتنا ہی ناز ونعمت میں پلا ہو اور مال و دولت سے مالا مال ہو تاہم گردش زمانہ اور زندگی کی کشمکش اس کو مجبور کرتی ہے کہ وہ اپنے جسم کو مشکلات کا عادی اور سختیوں کا خوگر بنائے۔ اس طرح گویا روزہ ایک قسم کی جسمانی ورزش بھی ہے جو مسلمان کو سال میں ایک مہینہ کرائی جاتی ہے۔ تا کہ وہ ہر قسم کے جسمانی مشکلات کو جھیلنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہے اور دنیا کی کشمکش، جدوجہد سختی ومحنت کا پوری طرح مقابلہ کر سکے۔

۵- روزہ کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ۱۲ مہینوں میں ایک مہینہ ہر مسلمان کو اس طرح بسر کرنا چاہئے کہ دن رات میں ایک وقت کھانا کھائے اور ہو سکے تو ایک وقت کا کھانا اپنے فاقہ زدہ، محتاج اور غریب بھائیوں کو کھلائے۔ (مستفاد سیرۃ النبی)

۶- روزہ جس طرح گناہوں سے بچاتا ہے۔ اسی طرح ظاہری جسمانی بیماریوں سے بھی بچاتا ہے کیونکہ جسم کے فاسد مادہ سے بیماریاں جنم لیتی ہیں اور روزہ اسی فاسد مادہ کو دور کرتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ رکھا کرو تندرست رہوگے۔

تجربے اور مشاہدے سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ اکثر حالتوں میں انسان کا بھوکا رہنا اس کی صحت کے لئے ضروری ہے۔ مختلف بیماریوں کا یہ قطعی علاج ہے۔ طبی ہدایات بھی ہے کہ کم از کم ہفتہ میں ایک وقت کھانا ناغہ کیا جائے۔ اسلام میں اسی وجہ سے ہفتہ وار مسنون و مستحب روزے بھی ہیں۔

۷- روزہ انسان کی صحت اور درازی عمر کا بھی سبب ہے ہندوستان اور جرمنی کے اشتراک سے کئے گئے تفصیلی مطالعہ اور تحقیقات کے بعد یہ بات ظاہر ہوئی ہے کہ روزہ سے انسانی زندگی طویل ہوسکتی ہے۔

۸- روزہ میں کھانے پینے اور جماع سے رکنا ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفات سے مشابہت ہے "**وھو یطعم ولا یطعم**" وہ کھلاتا ہے کھاتا نہیں اور حدیث میں آتا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی کسی صفت سے مشابہت اختیار کی وہ جنت میں داخل ہوگا۔

۹- روزہ ملائکہ سے مشابہت کی دولت بخشتا ہے کہ وہ بھی نہ کھاتے پیتے ہیں نہ ازدواجی تعلقات رکھتے ہیں۔

۱۰- روزہ مخفی عبادت ہے جس کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا ہے اور حدیث میں آتا ہے کہ خفیہ عبادت ظاہری عبادت سے ستر درجہ فضیلت رکھتی ہے۔

۱۱- روزے میں نفس کی مخالفت ہوتی ہے اور حدیث میں آتا ہے کہ جس نے نفس کی مخالفت کی اور اس کو مغلوب کیا وہ نجات

کو پہنچ گیا۔

۱۲- روزہ شیطان کے خلاف جہاد ہے۔ شیطان انسان کے بدن میں خون کی طرح چلتا پھرتا ہے پھر جب کھانا پینا بدن کو نہیں ملتا ہے تو رگیں لنگ ہو جاتی ہے اور شیطان مقہور ہو جاتا ہے شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں روزے کی اسی خصوصیت کے بارے میں لکھا ہے۔

"الصوم تریاق یستعمل لدفع السموم والنفسانیة"۔ روزہ تریاق ہے جو نفسانی زہروں کو دور کرنے کے لئے استعمال ہوا کرتا ہے۔

۱۳- روزہ تکبر کو کچلتا ہے عجب ونخوت کی بیخ کنی کرتا ہے۔ بے مائیگی، فروتنی، مسکنت اور تواضع پیدا کرتا ہے۔

۱۴- روزہ کی مشقت روزہ دار کو درس دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دوسرے احکام کو انجام دیتے وقت جو مشقت پیش آئے اسے بھی بطیب خاطر برداشت کرنا چاہئے کیونکہ مشقت کی زیادتی کے مطابق اجر و ثواب ملتا ہے۔

۱۵- روزہ سے انسان کو صبر و تحمل کا درس بھی ملتا ہے کہ دیگر موقعوں پر بھی صبر و تحمل کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹنا چاہئے خاص طور پر غصہ کی حالت میں آپے سے باہر نہیں ہونا چاہئے۔

ان کے علاوہ اور بھی بے شمار فوائد ہیں مضمون کی طوالت کی بنا پر انہیں پر اکتفا کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ ہم تمام ایمان والوں کو روزے کے ان مقاصد وفوائد کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق دے۔

نیز رمضان المبارک کے مہینے اس کے دن اس کی راتیں اس کا ایک ایک گھنٹہ اس کا ایک ایک لمحہ اور اس کا ایک ایک ثانیہ کی قدردانی کی ہم لوگوں کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

رضوان کے سالانہ خریداروں سے گزارش

یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ ماہنامہ رضوان کی اشاعت خالص تبلیغی مقاصد کو پیش نظر رکھ کر کی جاتی ہے۔ کوئی تجارتی کاروباری مفاد اس اشاعت میں پیش نظر نہیں ہے۔ چنانچہ ۴۰ صفحات کے اس رسالے کی انتہائی کم (فی شمارہ صرف دس روپے اور سالانہ خریداری ۱۰۰/ روپے) ہے۔ ہمارے پیش نظر نفع بخش کاروبار نہیں بلکہ ہم اپنے وسائل میں رہتے ہوئے رضوان کے ذریعے بیش بہا مضامین شائع کرتے ہیں۔ اس ضمن میں رضوان کے سالانہ خریدار بھی اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اگر تمام سالانہ خریدار اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے بروقت اپنی سالانہ رقوم "ادارہ رضوان" کو بھیج دیں تو وہ بھی ہماری ان تبلیغی کوششوں میں معاون ہوں گے۔

سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ مدت خریداری ختم ہونے پر زر سالانہ کی ترسیل میں جلدی فرمائیں۔ ہر ماہ سرخ نشان کے ذریعہ ان کو اطلاع دی جاتی ہے۔ تاکہ یاد دہانی ہو سکے۔

یاد رکھئے! زر سالانہ کی بروقت عدم وصولی سے ادارے پر مالی بوجھ بڑھتا ہے اور پچھلے کچھ عرصے سے اس میں اضافہ ہی ہوا ہے لہٰذا سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ رضوان کی مدت خریداری ختم ہوتے ہی زر سالانہ کی ادائیگی کریں تاکہ ادارے پر مالی بوجھ نہ پڑے بصورت دیگر اگر آئندہ "رضوان" خریدنا نہیں چاہتے، تب بھی خط لکھ کر اس بارے میں دفتر رضوان کو مطلع فرما دیں۔

آپ کا تعاون اس دینی سعی وکاوش میں ہمارے لئے نہایت اہم اور "رضوان" کے معیار میں اضافے کے ساتھ آپ کے لئے کار خیر کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

مولانا عبداللہ البرنی المدنی

عذاب قبر کے اسباب

انسان کی یہ زندگی آخرت کی تیاری کے لئے عطا کی گئی ہے اور موت کے بعد جزا وسزا کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ موت سے لے کر قیامت قائم ہو جانے تک کا جو عرصہ ہے اس کو "برزخ" کہا جاتا ہے۔

مرنے کے بعد انسان کو دفن کیا جائے یا جلا دیا جائے ہر حال میں اللہ تعالیٰ اس کے جسم وروح کو جزا اور سزا دینے پر قادر ہے اور ہر شخص کے ساتھ اس کے عمل کے مطابق معاملہ ہوتا ہے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عذاب قبر سے بار بار ڈرایا اور قبر میں ہونے والے عذاب کی مختلف صورتیں اور اسباب بیان فرمائے ہیں، ایسے بہت سے برے کام ہیں جن کا کرنے والا عذاب قبر کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ ذیل میں احادیث مبارکہ کی روشنی میں ہم ایسے اعمال کا تذکرہ کر رہے ہیں جو عذاب قبر میں گرفتار کرانے والے ہیں۔ ہر مسلمان کو ان سے مکمل طور پر بچنا چاہئے۔

- طہارت کا اہتمام نہ کرنے سے قبر میں عذاب دیا جاتا ہے، جو شخص پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچتا ہو یا استنجا صحیح طریقے سے نہ کرتا ہو اس کو عذاب دیا جائے گا۔

(بخاری شریف)

- چغل خوری اور لوگوں کے درمیان فساد کرانا اور تعلقات خراب کرانا بھی عذاب قبر کا ایک بڑا سبب ہے۔

(بخاری شریف)

- جھوٹ بولنا بھی موجب عذاب قبر ہے۔ مومن کبھی جھوٹا نہیں ہو سکتا۔
- قرآن کا علم رکھنے والا اگر اس کی تلاوت چھوڑ دے اور اس کی تعلیمات پر عمل نہ کرے تو وہ بھی برزخ میں عذاب بھگتے گا۔

(بخاری شریف)

- بدکردار اور زناکار مرد وعورتیں عالم برزخ میں شدید تکلیف اور عذاب میں گھرے ہوئے ہوں گے۔ ایک گڑھا تنور کی مانند اوپر سے تنگ اور نیچے سے کشادہ ہوگا، اس میں یہ لوگ برہنہ حالت میں جلتے رہیں گے اور عذاب میں گرفتار رہیں گے۔

(بخاری شریف)

- سود خوری بھی عالم برزخ میں عذاب کا سبب بنے گی، سود کھانا اور سودی لین دین اور سودی تجارت کرنا اتنا بڑا گناہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر جنگ کا اعلان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلم ممالک کو سودی بینکنگ سسٹم سے نجات دلائے، تاکہ موجودہ پستی اور ذلت وخواری سے نجات ملے۔
- جو مرد اور عورتیں ناجائز مقاصد کے لئے زیب وزینت اختیار کرتے ہیں ان کی کھالیں عالم برزخ میں قینچیوں سے کاٹی جائیں گی۔

(شرح الصدور: ۲۳۱)

- بے وقت اور لیٹ کر نماز پڑھنے والا اور نماز عشاء قضا کرنے والا عالم برزخ میں اس حال میں ہوگا کہ اس کا سر بار بار پتھر سے پھوڑا جائے گا۔ ہر مرتبہ اس کا بھیجہ باہر نکل آئے گا پھر دوبارہ اس کا سر درست کر دیا جائے گا، تاکہ پھر پھوڑا جائے۔

(شرح الصدور: ۲۲۸)

- لواطت یعنی غیر فطری عمل کرنے والا بھی شدید عذاب بھگتے گا، مرد کا مرد سے یا عورت کا عورت سے جنسی تعلق ہونا اتنا غلیظ کام ہے کہ اس کا نام سن کر ہی سلیم الفطرت انسان کو گھن آتی ہے۔ لیکن بہت سے بدبخت بے ریش لڑکوں سے جنسی خواہش پوری کرتے ہیں۔

(بقیہ......صفحہ......۲۲......پر)

حضرت مولانا خیر محمد قدس سرہ

رمضان المبارک کی برکات

اللہ تعالیٰ نے یہ مبارک مہینہ ہم کو عطا فرمایا ہے اس واسطے سب مسلمانوں پر اس کا شکر واجب ہے۔ بہت خوش قسمت ہیں وہ لوگ کہ جن کی زندگی میں رمضان کا مہینہ آئے اور وہ اس کے آداب اور حقوق ادا کریں۔ جو اس کے حقوق ادا کرے اس کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ شاید دوسرا مہینہ آئے یا نہ آئے اس واسطے اس کی جتنی قدر ہوسکے کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے اس مہینہ کا نام رمضان رکھا ہے۔ رمضان مشتق ہے رمض سے اور رمض کے معنی ہیں جلادینے والا۔ گویا یہ مہینہ اللہ تعالیٰ نے اس واسطے مقرر کیا ہے کہ انسان مختلف کام کرتا رہتا ہے۔ اس دوران جب آدمی کوئی ایک گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک کالا نقطہ لگ جاتا ہے اگر وہ سچی توبہ کرلیتا ہے تو وہ دھل جاتا ہے ورنہ لگا رہتا ہے اور اگر دوسری مرتبہ گناہ کرتا ہے تو دوسرا نقطہ لگ جاتا ہے۔ حتیٰ کہ جو گناہ نہ چھوڑے تو اس کو اتنے نقطے لگتے ہیں کہ سارے دل کو گھیر لیتے ہیں۔ سارا دل کالا ہوجاتا ہے۔ اس واسطے اس نقطہ کو توبہ سے دھولو کیوں کہ بار بار گناہ کرنے والے کو پھر مرتے وقت توبہ کی توفیق بھی نصیب نہیں ہوتی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کے لیے یہ مہینہ مقرر کیا۔ اس میں دوزخ کے سب دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور بہشت کے سب دروازے کھولے جاتے ہیں۔ سرکش بڑے بڑے شیاطین قید کرلیے جاتے ہیں اور سارے گلی کوچہ ہر دروازے اور مکان پر لوگوں میں اللہ کی طرف سے فرشتے ندا کرتے ہیں **یا باغی الخیر اقبل و یا باغی الشر اقصر** اے نیکی کے طلب کرنے والے تو متوجہ ہوجا اور اے برائی کے طلب کرنے والے تو رک جا۔ اللہ کے بندے جن کے دل صاف ہیں وہ اس کو سنتے ہیں اور رات کو جاگتے ہیں۔ بلکہ فرشتوں کا ایک طائفہ ہے وہ گلیوں میں کھڑا ہوتا ہے۔ وہ سفارش کرتے ہیں کہ اے اللہ جو اس وقت جاگتے ہیں تو ان کو بخش دے وہ سفارش کرتے ہیں اس سیاہی کو دھونے کے لیے جو گیارہ مہینوں میں لگتی ہے۔

اس مہینے میں اجر و ثواب کو بڑھا دیا جاتا ہے۔ نفلوں کا ثواب باقی مہینوں کے فرض کے برابر اور اس مہینے کے فرض باقی مہینوں کے ستر فرضوں کے برابر۔ اس واسطے انسان کو چاہیے کہ اس میں غفلت نہ کرے۔ اس میں جتنی نیکی ہوسکے کرے۔ رمضان اتنا مبارک مہینہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اس کی اپنی طرف نسبت کی ہے۔ **شهر الله** (اللہ تعالیٰ کا مہینہ) معلوم ہوتا ہے کہ اس مہینے کی بڑی خصوصیت ہے۔ جیسے کہتے ہیں بھائی یہ چیز سرکاری ہے۔ یہ وردی سرکاری ہے۔ اس کی اپنی عظمت ہوتی ہے۔

اس مہینے میں تین عشرے ہیں **اولہ رحمة واوسطہ مغفرة وآخره عتق من النار.**

پہلے عشرے میں رحمت برستی ہے دن میں بھی اور رات میں بھی اس پر جو آدمی روزہ کا حق ادا کرے۔ کھیتی والے کھیتی کریں۔ نوکری والے نوکری کرتے ہیں۔ ان کا ہر کام عبادت ہوجاتا ہے۔ اس واسطے انسان کو چاہیے کہ اس کے حقوق ادا کرے۔ روزے کے حقوق ادا کرنا چاہئے۔ روزے کے حقوق یہ ہیں۔

اول زبان کی حفاظت ہے۔ جھوٹ نہ بولے، چغل خوری نہ کرے غیبت نہ کرے، بدگوئی بدکلامی جھگڑا وغیرہ سب چیزیں اس میں داخل ہیں۔

روزہ دار کو چاہیے کہ زبان کی تمام بری باتوں سے حفاظت کرے۔ دوسرے ہاتھ کو محفوظ رکھے۔ چوری نہ کرے، ناجائز چیز کہ

نہ پکڑے، تیسرے پیروں سے ناجائز کاموں کی طرف نہ چلے، سنیما، تماشا، فجار کی مجلس کی طرف چلنا گناہ ہے۔ چلے تو مسئلہ پوچھنے کے لیے علما کے پاس جائے۔ والدین کی خدمت کرے۔ اسی طرح نیک کاموں کی طرف چلے۔ چوتھے دل میں برے خیالات نہ لائے۔ کہیں عبادت کا فکر ہو، کہیں نماز کا فکر ہو۔

اس عشرے میں بارش کی طرح اللہ کی جو رحمت برستی ہے۔ اس بارش کے قطرے نہیں شمار کرسکتے دوسرے عشرے کا نام ہے عشرۂ مغفرت۔ جو گناہ ہوتے ہیں سب معاف ہوجاتے ہیں بیسویں دن سب معاف ہوجاتے ہیں البتہ حقوق العباد نہیں معاف ہوتے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ اس آدمی کے سامنے جاکے معافی مانگے کہ میں نے تیرا فلاں نقصان کیا ہے تو معاف کردے۔ اگر معاف نہ کرے تو رقم ادا کردے۔ نماز رہ گئی ہے تو اس کی قضا کرے اور روزے رہ گئے ہیں تو ان کی بھی قضا کرے۔ باقی جو گناہ کرلیے ہیں بدنظری یا برائی کرلی ہے اس کا بدلہ یہ ہے توبہ کرلے تنہائی میں روئے، سب معاف ہوجائیں گے جو ہاتھ اٹھائے جائیں وہ خالی نہیں جاتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے بندے جس وقت تو ہاتھ اٹھاتا ہے تیرے اتنے گناہ جن سے آسمان وزمین کے درمیان کا خلا بھی بھر جائے اتنے گناہ بھی ہوں تو میں ان کو بھی معاف کردیتا ہوں۔ مجھے شرم آتی ہی ہاتھ واپس کرتے ہوئے۔

واخره عتق من النار۔ جو گناہ گار ہوتے ہیں رمضان کی برکت سے ان کو معافی ہوجاتی ہے اور دوزخ سے رہائی ہو جاتی ہے پھر وہ مستحق جنت ہوجاتے ہیں۔

عتق من النار کیا ہے جو کھاتا پیتا ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت یہ ہے کہ دنیا کے جتنے کام ہیں سب کو عبادت میں داخل کرتا ہے۔ بلکہ ایک مسئلہ ہے کہ رات کو پیٹ بھر کے کھالیتا ہے تو اللہ کے نزدیک نہ کھانے میں شمار ہے۔ تو یہ ملائکہ اور اللہ تعالیٰ کے مشابہ ہوجاتا ہے اس لیے کہ رات کو یہ اس واسطے کھاتا ہے کہ دن کو نہیں کھاؤں گا تو یہ کھانا نہ کھانے کے برابر ہے۔ جیسا کہ دیکھو مکہ رمضان کے مہینے میں دارالاسلام بنا۔ پہلے دارالکفر تھا آپ ۶ھ میں پہلا عمرہ کرنے کے لیے تشریف لے جاتے ہیں۔ آپ ڈیڑھ ہزار آدمی لے جاتے ہیں۔ آگے کفار کا لشکر ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم آپ کو آگے نہیں آنے دیتے...... قصہ لمبا ہے پھر صلح ہوگئی بظاہر بہت گرا ہوا فیصلہ ہوا کہ آپ اس دفعہ مدینے واپس جائیں اور آئندہ سال بھی صرف تین دن کے لیے آئیں اور فوراً واپس چلے جائیں۔ تلوار میانوں میں بند ہو۔ ایک شرط یہ بھی تھی کہ کافروں میں سے جو شخص اسلام لائے اور ہجرت کرے مسلمان اس کو مکہ واپس کردین اور مسلمانوں میں سے خدانخواستہ اگر کوئی شخص مرتد ہوکر چلا آئے تو وہ واپس نہ کیا جائے اور دوسری شرائط بھی لگائیں۔ صلح تام ہوگئی اور پھر آپ واپس ہوگئے۔ راستہ میں آیت نازل ہوئی **انا فتحنا لك فتحا مبينا** (بے شک ہم نے آپ کو فتح کھلی دی) حالاں کہ یہ فتح نہیں۔ فتح دو سال بعد میں ہوئی۔ مکہ ۸ھ میں فتح ہوا مگر اللہ نے اس کا نام فتح رکھا ہے۔ اس واسطے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح اس واسطے کی تھی کہ اللہ تعالیٰ اس سے آگے فتح کرا دے گا۔ تو اسی طرح یہ کھانا نہ کھانے کی نیت سے ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ بھی نہ کھانا ہوا۔ اس واسطے مشابہ ہوجاتا ہے تو بڑا ثواب ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ حدیث میں آتا ہے۔ **وتصفد فيه مردة الشياطين** کہ اس میں سرکش شیاطین قید کردیئے جاتے ہیں۔ پھر اس کے باوجود لوگ برائی، زنا، بدکاری، چوری کیوں کرتے ہیں؟ علماء نے جواب دیا ہے اور بڑا سچا جواب دیا ہے کہ مردہ کہتے ہیں سرکش شیاطین کو تو وہ قید کرلیے جاتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے باقی رہ جاتے ہیں وہ وسوسے ڈالتے ہیں اور برے خیالات ڈالتے ہیں...... تو یہ گناہ ان کی وجہ سے ہوتے ہیں۔

اس کا ایک اور جواب شاہ اسحٰق صاحب فرماتے ہیں کہ گناہ دو وجہ سے

ہوتے ہیں ایک شیاطین کی وجہ سے یہ لاحول سے بھاگ جاتا ہے۔ اذان سے بھاگتا ہے۔ اقامت سے بھاگتا ہے۔ شیطان بڑا دشمن ہونے کے ساتھ کمزور بھی بڑا ہے۔ دوسری چیز ہی نفس، یہ نفس ہروقت موجود رہتا ہے۔ لاحول وغیرہ سے بھاگتا نہیں۔ یہ ہروقت انسان کو رغبت دیتا ہے برائی کی۔ تو اس کی وجہ سے گناہ ہوتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کی دین یہ ہے کہ دوزخ کے دروازے بند کردیئے تاکہ لوگ نیکی کریں اور دوزخ سے بچیں۔ جب ہم روزہ کھولتے ہیں تو اس وقت اللہ تعالیٰ ساتھ لاکھ گناہگاروں کو معاف کرتے ہیں۔ روزہ داروں کو روزہ کھولنے کی خوشی میں جمعہ کے دن اتنے گناہگاروں کو معاف کرتے ہیں جتنے ہفتہ میں سارے معاف ہوئے تھے اور رمضان المبارک کے آخری دن اتنے لوگوں کو بخشتے ہیں جتنے ہر ہر دن میں اور ہر ہر جمعہ میں جیسا کہ یہاں بھی نظام یہی ہے۔ دنیا میں بھی رضاء الٰہی نصیب ہوتی ہے۔ ورضوان من اللہ اکبر۔ یعنی تھوڑی سی رضامندی بھی اللہ کی بہت بڑی چیز ہے۔

ہم تو کہتے ہیں کہ اہل اللہ کے جوتوں میں بھی جگہ مل جائے تو بہت بڑی دولت ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جس کو سب سے آخر میں معاف کریں گے وہ علماء انبیاء کی سفارش سے معاف کریں گے۔ اللہ پوچھیں گے کہ اور تو کوئی نہیں رہتا۔ علماء انبیاء کہیں گے کہ نہیں اور کوئی نہیں رہا۔ اللہ کہیں گے میری نظر میں اور بھی ہیں۔ ایک مٹھی بھریں گے اور ہزاروں گناہگاروں کو نکال دیں گے۔ بندوں کی طرح مٹھی مت سمجھو اور کہیں گے مانگ تو اپنے منہ سے جو مانگتا ہے۔ غرض کہ اتنا مانگے گا جتنی دنیا ہے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں نے تجھے دس گنا زیادہ دے دیا۔ یہ احسان ہوگا سب سے نہایت چھوٹے درجہ کے جنتی پر اور جو بڑے درجہ کے جنتی ہوں تو ان کا کیا کہنا۔

جب پل صراط سے گزریں گے تو پل صراط پر فرشتوں کی جماعت ہوگی جو ٹکٹ دیکھے گی کلمہ کا۔ اگر مسلمان ہوا اور ٹکٹ پاس ہوا کلمہ کا، تو گزر جائے گا ورنہ وہیں کٹ کر گر جائے گا۔ دوسری جماعت نماز کا ٹکٹ دیکھے گی، اگر ٹکٹ ہوا تو آگے گزرنے دیں گے ورنہ نہیں۔ اسی طرح سب چیزیں دیکھیں گے اور کامل مومن ہوا کی طرح سے گزریں گے۔ (ایک مومن) کہے گا کہ پل صراط کو دیکھ لیں یہ کیا ہے تو وہ مومن پل صراط کو دیکھنے کے لئے کھڑا ہو جائے گا تو دوزخ پکار اٹھے گی اس کو زبان عطا ہوگی۔

جزیا من فان نورك يطفئی ناری

اے مومن جلدی یہاں سے چلا جا،

کھڑا نہ ہو کیونکہ تیرا نور میری نار کو بجھا رہا ہے۔ تو جلدی کر۔

دعا کرو، اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمادے...... آمین

سبحان ربك رب العزة عما يصفون و سلام على المرسلين و الحمد لله رب العالمين۔

●●

بقیہ...... عذاب قبر کے اسباب

ان لوگوں کا حشر یہ ہوگا کہ دوزخ کی آگ ان کے پیچھے سے داخل کی جائے گی، جوان کے کانوں اور آنکھوں کے راستے سے خارج ہوتی رہے گی اور یہ لوگ مخبوط الحواس رہیں گے۔

(شرح الصدور:۲۳۲)

عذاب قبر سے ہر مسلمان کو پناہ مانگنی چاہئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التحیات پڑھ کر سلام پھیرنے سے قبل عذاب قبر سے ضرور پناہ مانگتے تھے۔

(مشکوٰۃ المصابیح)

اس دعا کا معمول بنا لینا چاہئے:

"**اللهم انی اعوذبك من عذاب القبر۔**" اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے۔"

عقلمند انسان وہی ہے جو زندگی کو غنیمت جانے اور آخرت کی خوب کمائی کرے، دنیا کمانے کی حرص تو سب کے اندر موجود ہے، جب کہ سب جانتے ہیں کہ اس کو چھوڑ کر جانا ہے اور آخرت سے اس درجہ غفلت ہے کہ گویا دنیا ہی میں ہمیشہ رہنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے۔ آمین۔

●●

مولانا سعید احمد جلال پوری

ایک عھد ساز شخصیت

حضرت نفیس الحسینیؒ، تعارف خدمات اور کمالات

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی نائب امیر، اقرأ روضۃ الاطفال ٹرسٹ کے صدر، تحریک سید احمد شہید کے حدی خواں، خانقاہ رائے پور کے گل سرسبد، سلسلہ عالیہ قادریہ کے روح رواں، حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کے عاشق زار اور خلیفہ اجل، سلوک واحسان اور بیعت وارشاد کے بے تاج بادشاہ، اکابر دیوبند کے ترجمان، فکر ولی اللہی کے داعی ومناد، اسلاف کی روایات کے امین، مسلک حقہ دیوبند کے شارح، خانقاہ سید احمد شہید لاہور کے بانی وصدر نشین ہفت قلم خطاط وسلطان القلم، قطب الارشاد حضرت اقدس سید انور حسین شاہ الحسینیؒ المعروف نفیس رقم ۵/فروری ۲۰۰۸ء مطابق ۲۶ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ صبح ساڑھے پانچ بجے طویل علالت کے بعد راہی عالم آخرت ہوگئے۔ **انا لله وانا اليه راجعون۔**

ان لله ما اخذ، وله ما اعطى، وكل شئی عنده باجل مسمى

حضرت اقدس سید انور حسین الحسینی نفیس رقم کا نسبی تعلق گلبرگہ ہندوستان کے مشہور صوفی و بزرگ حضرت خواجہ محمد الحسینی گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ سے تھا، حضرت خواجہ گیسو درازؒ کی اولاد میں سے ایک بزرگ شاہ حفیظ اللہ حسینی ۱۱۳۴ھ میں سیالکوٹ آگئے تھے، حضرت سید نفیس شاہ الحسینیؒ انہیں کی اولاد میں سے تھے، حضرت نفیس شاہ صاحب کے والد ماجد جناب سید محمد اشرف علی المعروف سید القلم اور آپ کے سسر حکیم سید نیک عالمؒ ماہر خطاط تھے۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی ولادت باسعادت ۱۱/ مارچ ۱۹۳۳ء مطابق ۱۳/ ذوالقعدہ ۱۳۵۱ھ کو موضع گھوڑیالہ ضلع سیالکوٹ میں ہوئی، آپ کے والد ماجد سید محمد اشرف علی شاہ تقسیم ہند سے کچھ عرصہ قبل سیالکوٹ سے لائل پور، حال فیصل آباد منتقل ہوگئے تھے۔

آپ کی مڈل تک ابتدائی تعلیم سیالکوٹ میں ہوئی، مزید عصری تعلیم کے لیے آپ کو لائل پور کے اسکول میں داخل کیا گیا تو آپ نے صرف ۱۵/سال کی عمر میں ۱۹۴۸ء میں سٹی مسلم ہائی اسکول لائل پور سے اول درجہ میں میٹرک کا امتحان پاس کرلیا، چونکہ آپ نے جس خاندان اور ماحول میں آنکھ کھولی تھی وہ خالص دینی اور علمی گھرانہ تھا اور آپ کے والد ماجد بھی خطاط وخوش نویس تھے، اس لیے بچپن سے ہی آپ کو خطاطی اور خوش نویسی سے دلچسپی اور انس تھا، اس لیے آپ نے میٹرک کے بعد اپنے والد ماجد سے باقاعدہ خطاطی سیکھنا شروع کی تو بہت جلد آپ اعلیٰ درجے کے خطاط اور خوش نویس قرار پائے۔ خطاطی کی مشق کے ساتھ ساتھ آپؒ نے مزید تعلیم بھی جاری رکھی، چنانچہ ۱۹۵۰ء میں آپؒ نے گورنمنٹ کالج لائل پور میں داخلہ لیا اور یہاں سے ایف اے کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۵۱ء میں آپ لائل پور سے لاہور منتقل ہوگئے، لاہور آنے کے بعد آپ نے اورینٹل کالج لاہور کے شعبہ اردو وفارسی میں اردو زبان وادب کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی اور آپ اردو اور فارسی کا ماہر لسانیات قرار پائے۔ عصری اور لسانیات کی تعلیم سے فراغت کے بعد آپؒ نے اپنے آبائی پیشہ خطاطی کی طرف توجہ دی، حضرت نفیس شاہ صاحبؒ نے اگرچہ خطاطی کی مکمل تعلیم اپنے والد ماجد ہی سے حاصل کی، لیکن نظری مشق اس دور کے اعلیٰ درجے کے خطاطوں کی خطاطی اور کام دیکھ کر کی، یوں آپ کا شمار دنیا بھر کے اعلیٰ خطاطوں میں ہونے لگا۔

آپ نے اگرچہ خطاطی اپنے دور کے نامور خطاط تاج الدین زریں رقم وغیرہ کا کام دیکھ کر سیکھی، لیکن یہ حقیقت ہے کہ حضرت شاہ صاحب کی اس فن سے لگن، محنت اور جدو